مارچ ۲۰۲۵

پاک جمہوریت

وزارتِ اطلاعات ونشریات کا جریدہ

جلد: 65 شمارہ: 03

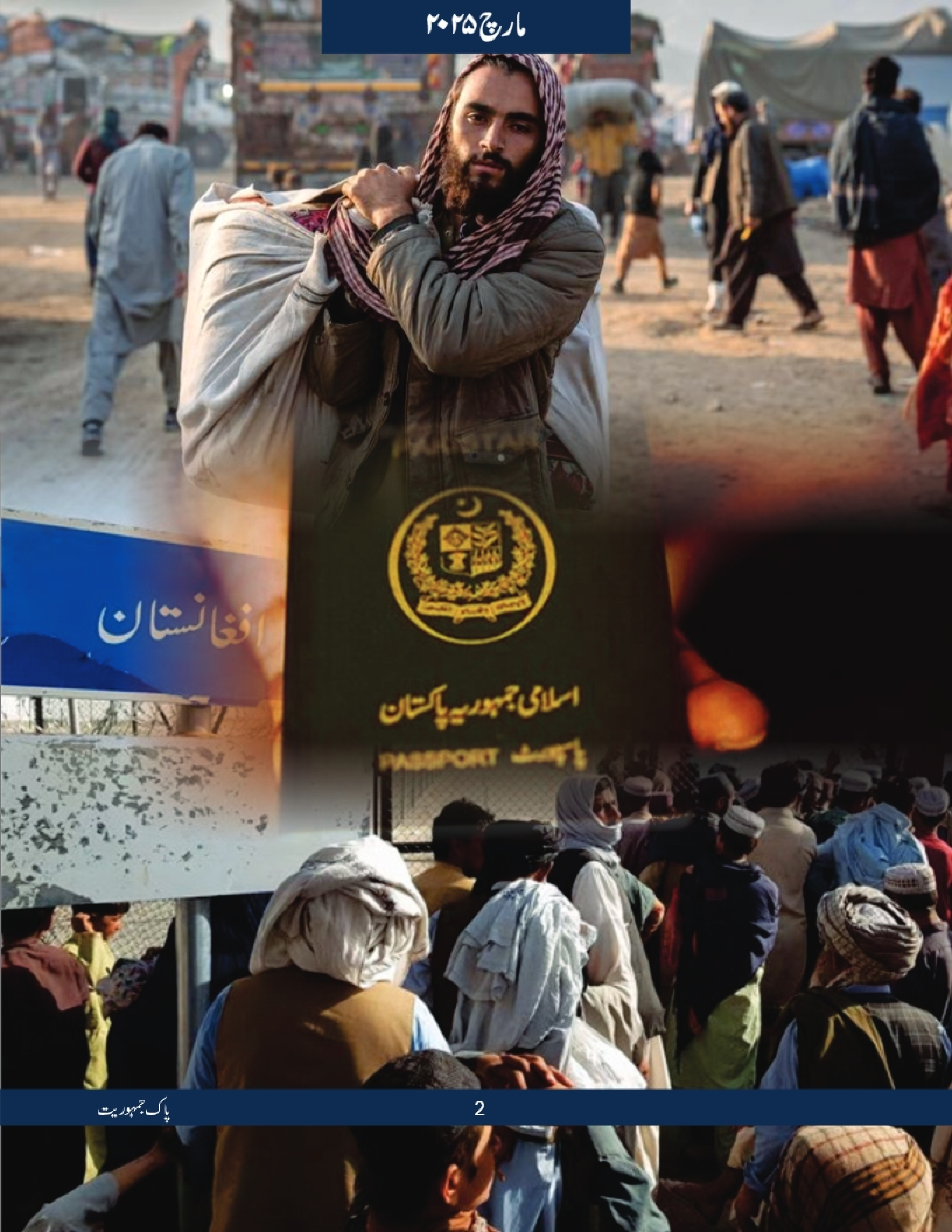
افغانستان
اسلامی جمہوریہ پاکستان
PASSPORT پاسپورٹ

مارچ ۲۰۲۵ء

پاک جمہوریت

وزارتِ اطلاعات و نشریات کا جریدہ

جلد:65 شمارہ:03

اداریہ		۵
۱۔ پاکستان۔۔۔تیرا شکریہ	رباب زہرا	۶
۲۔ افغان پناہ گزینوں کی ملک بدری ناگزیر!	محمد زکریا	۱۲
۳۔ بساطِ رنگ بچھاؤ بہار آئی ہے	اسماء بابر	۱۸
۴۔ معاشی بحران اور عوام پر اس کے اثرات	حمیرا صادق قریشی	۲۵
۵۔ دہشتگردی: جعفر ایکسپریس پر حملہ	از عمر و دآبیہ	۳۱

نگرانِ اعلیٰ: عمرانہ وزیر
نگران: ثمینہ فرزین
مینجنگ ایڈیٹر: شبیہ عباس

چیف ایڈیٹر: ماریہ رشید ملک
ایڈیٹر: مائرہ جاوید

ڈائریکٹوریٹ آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز،
291۔اے، ایم اے جوہر ٹاؤن لاہور
انتظامیہ:042-99333909
مدیر:042-99333912
email:editor@pakjamhuriat.org

انتباہ

ادارے اور جریدہ ''پاک جمہوریت'' کا مقصد عوام الناس کو حالیہ دنوں کے ملکی اور بین الاقوامی اہم امور سے آگاہ کرنا اور بہترین مواد مہیا کرنا ہے۔ البتہ شمارے میں شامل تمام مضامین مصنفین کی ذاتی آراء پر مشتمل ہیں۔ لہٰذا ادارے یا ادارے کے کسی فرد پر ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

اداریہ

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ کو جب قرارداد پاکستان منظور کی گئی تو یہ ایک نئے دور کے سنگ میل کا آغاز تھا۔ یہ دن ہمیں اپنے ملک سے گراں قدر حب الوطنی کی یاد دلاتا ہے۔ ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ کو پاکستان اپنا پہلا دستور منظور کر کے دنیا کا پہلا اسلامی جمہوریہ ملک بن گیا۔

افغان پناہ گزینوں کی واپسی کا سلسلہ جاری ہے اور اس کے جلد مکمل ہونے کے آثار دکھائی نہیں دیتے۔

لاہور میں منعقد ہونے والے نیشنل ہارس اینڈ کیٹل شو نے پاکستان کی زرعی روایات گھڑسواری کھیل، اور ثقافتی رسومات کا شاندار امتزاج پیش کیا۔ اس میں نہ صرف ملکی بلکہ بین الاقوامی شرکاء نے بھی حصہ لیا۔

پہلے اقتصادی اعداد وشمار توقعات پر پورے نہیں اتر رہے تھے لیکن اب بہتری کے آثار نمودار ہو رہے ہیں۔

اسی تناظر میں اگر دیکھا تو بلوچستان میں حالیہ افسوس ناک واقعے کے باوجود امید ہے کہ صوبہ پائیدار استحکام اور خوشحالی کی راہ پر گامزن ہو جائے گا۔

شکریہ

ایڈیٹر پاک جمہوریت

پاکستان۔۔۔تیرا شکریہ

رباب زہرا

(مصنفہ ملکی اور بین الاقوامی امن اور احترام انسانیت کے حوالے سے مختلف اخبارات اور رسائل کے لیے لکھتی ہیں)

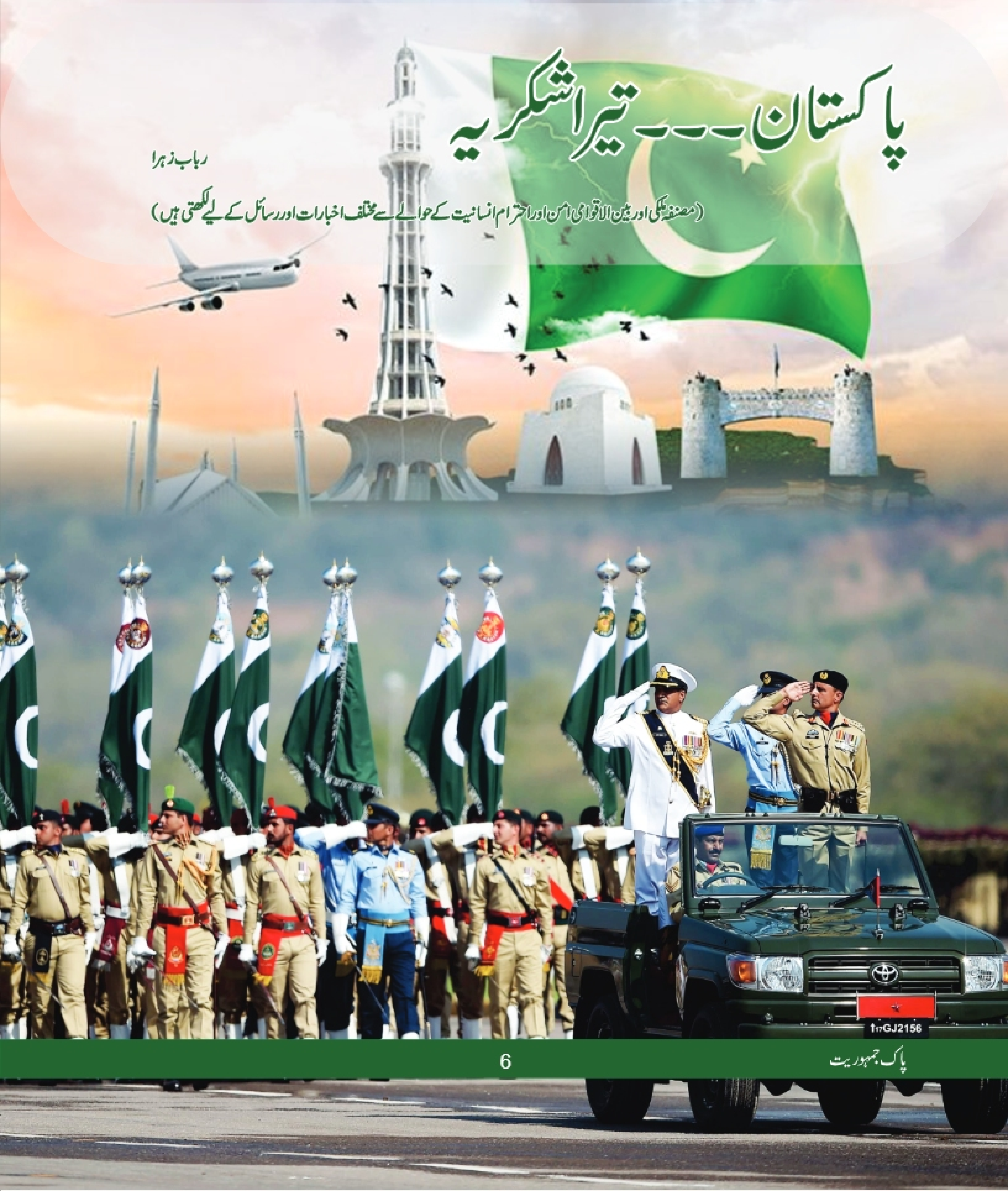

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں دہشت گردی کی جڑیں امریکہ اور روس کے مابین سرد جنگ میں پاکستان کی افغان پالیسی کے پس منظر میں ہیں۔صدر ضیاء الحق کے زمانہ آمریت میں روسی صدر گورباچوف نے مہم جوئی کا منصوبہ بنایا کہ اگر افغانستان کو اپنی طاقت دکھا کر سکہ چلا لیا تو پھر پاکستان سے معاملات آسانی سے حل ہو جائیں گے اور روس گرم پانی تک رسائی پالے گا لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ پاکستان کبھی ،،تر نوالہ،، نہیں ثابت ہوگا اور نہ ہی اسے امریکہ بہادر کی پشت پنائی کی خبر تھی۔لہذا وہ افغانستان پر چڑھ دوڑا، پاکستان اس منصوبہ بندی سے نہ صرف واقف تھا بلکہ ہر آمرانہ دور کی طرح امریکہ سے مضبوط تعلقات رکھتا تھا، پھر کیا ہوا صدر ضیاء الحق نے افغانستان کے نام پر جہاد کا اعلان کر دیا۔افغانستان میں جنگ کا میدان سجا تو نقل مکانی سے لاکھوں افغانی پاکستان کی سرزمین کو جائے پناہ سمجھتے ہوئے سرحد پار کر آئے، اس صورتحال میں ایسا سسٹم نہیں بن سکا کہ کون سے افغانی حالات کے ستائے ہوئے ہیں اور کون موقع پرست، پاکستان اور پاکستانیوں نے تاریخی مہمانداری کی، پہلے پہل،، خیمہ بستیاں،، آباد کی گئیں اور پھر مہاجرین افغانستان کو مسلمان بھائی جانتے ہوئے ہر ممکن سہولت دی گئی۔ضروریات زندگی کے ساتھ ساتھ صحت، تعلیم و روزگار کے مواقع بھی مہیا کیے گئے۔دنیا بھر میں ”جہاد افغانستان،، کی دھوم مچی۔جنگجوؤں نے بھی دلیری اور بہادری کی تاریخ رقم کی اور ہمیں اس کارنامے پر امریکہ اور اس کے حواریوں سے امداد بھی خوب ملی، ہم جہادیوں کے کارناموں پر نہ صرف تالیاں بجاتے رہے بلکہ اپنے نوجوانوں کو بھی جہاد کی جانب مائل کرتے رہے۔پوری قوم افغانیوں سے ہمدردی رکھتی تھی اس لیے حکومت کے علاوہ بھی ہر سطح پر عوام تاجر اور صاحب حیثیت شخصیات نے ان کی مدد کی۔قصہ مختصر روس کو

شکست ہوئی، جہادی جیت گئے۔ہمیں بھی دلی خوشی ہوئی کہ ہماری مدد سے روسیوں کی سازش کامیاب نہیں ہوسکی ورنہ اگلا مورچہ ہمارے خلاف گرم ہو جاتا۔

امریکہ بہادر بھی پھولے نہیں سمائے کہ انہوں نے اپنے بڑے دشمن کو زیر کر دیا۔ بات بھی کسی حد تک درست تھی کہ دنیا کی ایک بڑی طاقت کے ٹکڑے ہو گئے۔نئی اسلامی ریاستوں کا وجود منظر عام پر آگیا لیکن یہ ساری کامیابی سپر پاور امریکہ بہادر، کی ہی تھی کہ اس نے شہباز کو چڑیوں سے کیسے مروایا۔بس یہی کامیابی آج تک ہمارے گلے کا کانٹا بنی ہوئی ہے، امریکہ بہادر اپنی فتح پر خوشی کے شادیانے بجاتے منظر سے ایک حد تک غائب ہو گئے اور پاکستان کا جذبہ جہاد بھی عروج حاصل کرنے کے بعد اختتام کو پہنچ گیا۔ ہمارے حکمرانوں نے صرف مہاجرین افغانستان کی مہمانداری کو اپنا فرض سمجھا اور جنگجوؤں کو فراموش کر دیا، جو حقیقت ہے۔اس چشم پوشی پر پاکستان کو کلاشنکوف، منشیات اور دہشت گردی کے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔صدر ضیاء الحق نے دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے منصوبہ بندی کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکی۔ ۸۰ کی دہائی میں شروع ہونے والی دہشت گردی ۲۰۲۵ تک جاری ہے قوم اور حکومتیں اپنی فورسز کے تعاون سے نبرد آزما ہیں ۸۰ ہزار قیمتی جانوں کا نذرانہ دے چکے ہیں، خطیر مالی اور جانی نقصان کے باوجود بھی دہشت گردی کا خاتمہ نہیں ہوسکا، اس لیے کہ حالات چغلی کھا رہے ہیں کہ اس میں ازلی دشمن بھارت ہی ملوث نہیں بلکہ اسے اسرائیل کا تعاون بھی حاصل ہے۔ یہی نہیں بھارت اسرائیل کے گٹھ جوڑ سے افغانستان کی سرزمین بھی ان وارداتوں میں استعمال کی جاتی ہے ہماری سیاسی اور عسکری قیادت نے آپریشن،،ضرب غضب اور آپریشن ردالفساد،، سے دہشت گردی دہشت گردوں کا خاتمہ کیا دہشت گرد سرحدوں کے پار چلے گئے لیکن بدقسمتی سے حالات نے ان کی پرورش کی اور بھارت اسرائیل گٹھ جوڑ نے ان مرتے ہوئے گروپوں کو،،گلوکوز،، لگا کر پھر زندہ کر دیا لیکن پاکستان کی عسکری اور سیاسی قیادت نے اس ناسور کا مستقل خاتمہ کرنے کا منصوبہ بنا رکھا ہے اس لیے کہ امن کے بغیر ترقی خوشحالی ممکن نہیں۔ پاکستان کی عسکری اور سیاسی قیادت نے بھارت کے ساتھ ساتھ افغانستان کو بھی حتمی نوٹس دے دیا کہ اگر ان کی سرزمین دہشت گردی کے لیے استعمال ہوئی تو ہم سخت جواب دیں گے۔لیکن ذمہ داری کا ثبوت نہیں دیا گیا پاکستان نے بار بار یاد دہانی کرائی کہ اگر افغان حکومت نے دہشت گردوں کی تربیتی کیمپ اور محفوظ مقامات کا خاتمہ نہ کیا تو ہمیں مجبوراً خود کارروائی کرنی پڑے گی۔تاہم اس واضح پیغام کے بعد بھی افغانستان حکومت نے کوئی مثبت منصوبہ بندی نہیں کی بلکہ (TTP) کے ساتھ،،داعش،، کا تڑکہ بھی لگ گیا، پاکستان برسوں سے اس پرائی لڑائی میں پھنسا ہوا ہے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کا کردار نمایاں ہے اور ہم قربانیاں دے رہے ہیں۔ ہمیشہ ڈو مور کا مطالبہ کیا گیا پاکستانی حکمرانوں نے ہر دور میں میانہ روی سے کام لیا۔ ”نائن الیون“ کے بعد امریکہ ایسے میں اتحادیوں کو ساتھ لے کر نیٹو فورسز کے حوالے سے افغانستان پہنچ گئے۔ وہاں حامد کرزئی اور اشرف غنی کی حکومت بنوا کر انہیں استعمال کرتے رہے لیکن انجام بھاگنے پر ہوا اگر تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کی جائے تو امریکہ ویتنام سے افغانستان تک ناکام دکھائی دیتے ہیں۔ان کے انخلا

میں بھی پاکستان نے تعاون کیا اور اب بھی یہ راز ان پر عیاں ہے کہ افغانستان میں امریکہ کی کوئی بھی سرگرمی پاک فورسز کی مدد کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ لہذا انسداد دہشت گردی کے حوالے سے دونوں ممالک میں تعاون کا رابطہ نہیں ٹوٹا، الیکشن کے بعد ٹرمپ جیتا، حلف اٹھایا اور کانگرس کے پہلے مشترکہ اجلاس سے خطاب کیا۔ اور اجلاس میں روس، چین، بھارت، یوکرائن سمیت بہت سے ممالک کا نام لیا معاملات کی وضاحت کی، درآمدت، برامدت کے حوالے سے بھی بات کی پھر ٹیکس لگانے کا ارادہ بھی ظاہر کیا لیکن ایک ملک جس کی تعریف کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا وہ ''میرا

پاکستان'' تھا صدر ٹرمپ نے صرف ذکر کو کافی نہیں سمجھا بلکہ کھڑے ہو کر والہانہ انداز میں تالیاں بھی بجوائیں۔ صدر ٹرمپ کے اس رویے پر مخالفین پاکستان اور حکومت کے ارمانوں پر اوس پڑ گئی، ہونا بھی ایسا ہی چاہیے تھا کیونکہ امیدیں اور توقعات تو یہ تھیں کہ صدر ٹرمپ حلف اٹھاتے ہی پہلی تقریر میں پاکستان میں انسانی حقوق کی پامالی اور سیاسی قیدیوں کی رہائی کی دھمکی دیں گے۔ صدر ٹرمپ کی شخصیت انتہائی پہلو دار ہے وہ ایک

قصہ مختصر روس کو شکست ہوئی، جہادی جیت گئے۔ ہمیں بھی دلی خوشی ہوئی کہ ہماری مدد سے روسیوں کی سازش کامیاب نہیں ہو سکی ورنہ اگلا مورچہ ہمارے خلاف گرم ہو جاتا۔

کاروباری کی حیثیت سے کسی بھی وقت کوئی بھی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ سوانہوں نے پاکستان تیرا شکریہ کہہ کر پاکستان کے دشمنوں کے منہ بند کر دیے ہیں۔ وزیراعظم پاکستان شہباز شریف نے بھی دہشت گردی کے خلاف پاکستانی اقدامات اور داعش کمانڈر ماسٹر مائنڈ کابل ایئرپورٹ حملہ

شریف اللہ عرف جعفر کی گرفتاری اوراس کی حوالگی پر اطمینان کے اظہار پر خیر سگالی جذبات کا ذکر کرتے ہوئے اس عزم کا اعادہ کیا ہے کہ پاکستان صرف اپنی زمین پر ہی نہیں، خطے اور دنیا بھر میں امن چاہتا ہے۔ اسی لیے ہم، ہمارے عوام اور فورسز ہر قسم کی دہشت گردی اور انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے پرعزم ہیں۔ پاکستان صرف زبانی جمع خرچ کا عادی نہیں بلکہ عملی طور پر مالی اور جانی نقصان اٹھا کر بھی اپنے ارادے میں پکا ہے وزیراعظم نے امریکی صدر کو جوابی پیغام میں کہا ہم نے اپنے وسائل کے مطابق مثبت کردار ادا کیا اور یہی کردار آئندہ بھی جاری رہے گا۔ لہذا پاکستان علاقائی امن اور استحکام کے لیے امریکہ سے شراکت جاری رکھے گا۔ اس شکریہ اور جوابی شکریہ کی کاروائی نے محب وطن پاکستانیوں کی ڈھارس باندھ دی کہ اگر سب اچھا نہیں، تب بھی بہت کچھ اچھا ہے کہ سپر پاور پاکستان کا شکریہ ادا کرنے پر مجبور ہوگئی۔ قبل ازیں امریکی سرمایہ کاروں کے وفد نے بھی پاکستان کی موجودہ قیادت اور پاکستانیوں کی دہشت گردی کے خلاف قربانیوں کو تسلیم کرتے ہوئے تعریف کی تھی ان کا بھی یہی کہنا تھا کہ ہم پاکستان کی ترقی اور خوشحالی کے لیے مل کر مختلف شعبہ جات میں کام کرنا چاہتے ہیں۔ یہ فیصلہ یقیناً پاکستان اور پاکستانی قیادت پر اعتماد کا مظہر ہے یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس وفد کے سربراہ جینٹری بیچ صدر ٹرمپ کے تجارتی شراکت دار بھی ہیں۔ اس پر اعتماد فضا سے امریکہ کے بعد دیگر ممالک بھی پاکستان میں سرمایہ کاری کے لیے سوچیں گے۔

دہشت گردی کی موجودہ لہر ریاست اور حکمرانوں کے لیے بڑا چیلنج بنی ہوئی ہے ہماری سیاسی اور عسکری قیادت نے اس چیلنج کو قبول کر کے اس ناسور کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کی ٹھان لی ہے۔ بنوں کینٹ کا حملہ ہو طورخم بارڈر پر جھڑپیں اور بلوچستان، وزیرستان میں فورسز پر حملے، یہی نہیں جعفر ایکسپریس پر حملہ اور مسافروں کو یرغمالی بنانا یہ تمام وارداتوں میں ایسے شواہد ملے ہیں کہ جن سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ ان خودکش اور خطرناک حملوں کی منصوبہ بندی افغانستان اور بھارت میں کی گئی۔ آرمی چیف جنرل عاصم منیر اور وزیراعظم شہباز شریف اس فیصلے پر متفق ہیں کہ کسی کو ملکی امن اور استحکام کی راہ میں خلل نہیں ڈالنے دیں گے، حکومت اور مسلح افواج کی ذمہ داری ہے کہ عوامی تحفظ اور سلامتی کو یقینی بنایا جائے۔ لہذا اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے۔ خوارج کے خلاف جاری جنگ کو ہر قیمت پر انجام تک پہنچایا جائے گا کیونکہ خوارج افغان سرزمین سے کاروائیاں کر رہے ہیں اور حملوں میں استعمال غیر ملکی ہتھیار ثبوت ہیں۔ لہذا افغانستان ہی ان لوگوں کی محفوظ پناہ گاہ ہے۔ آرمی چیف نے کہا ہے کہ بچوں، خواتین اور بزرگوں سمیت امن پسند شہریوں کو نشانہ بنانے سے خوارج یہ پیغام بھی دے رہے ہیں کہ ہمارا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، اب ہر قیمت پر خوارج، ان کے سہولت کاروں اور منصوبہ سازوں کو کٹہرے میں لائیں گے۔ بلوچستان اور خیبر پختونخواہ میں یکے بعد دیگرے دہشت گردی کے واقعات رونما ہو رہے ہیں حکومتی منصوبہ بندی اور مشاورت سے دہشت گردوں کے خلاف آپریشن بھی جاری ہیں جس میں ہمارے جوان بہادری اور دلیری کی نئی تاریخ رقم کر رہے ہیں۔ شہادتیں بھی ہو رہی ہیں لیکن پرعزم افواج اور فورسز ریاست پاکستان کو امن کا گہوارہ بنانے کے لیے سرتوڑ کوشش میں مصروف ہے سپہ سالار، وزیراعظم، صدر پاکستان اور گورنرز شہدائے وطن کے خاندانوں

سے یکجہتی کے لیےان کے لواحقین سے بھی ملتے ہیں اوراس چیز کا بھی اظہار کرتے ہیں کہ شہداء کے ورثاء کی حوصلے قابل فخر ہیں۔ خفیہ ایجنسوں کی اطلاع پر ملک بھر میں فتنہ خوارج، مکاؤمہم، جاری ہے اور بڑے پیمانے پر دہشت گرد واصل جہنم بھی کیے جارہے ہیں۔ بنوں ہا ئیگ حملے پسپا کیے گئے ورنہ نقصانات بہت زیادہ ہوتے۔ جبکہ بہت سے دہشت گرد پکڑے بھی گئے درہ بولان میں جعفر ایکسپریس پر حملہ ہوا تاہم پاک فورسز اور حکومت نے فوری طور پر نامسائد حالات اور دشوار گزار علاقے میں کامیاب آپریشن سے دہشت گردوں کو نہ صرف واصل جہنم کیا بلکہ بہت سی قیمتی جانیں بھی بچائیں، وزیر اعظم کا کہنا ہے کہ دہشت گردی نے پھر سے سر اٹھالیا ہے مکمل امن قائم ہونے تک ترقی نہیں ہوسکتی۔ فورسز کی قربانیاں رہتی دنیا تک یاد رکھی جائیں گی اور پاکستانی فوج اور پاکستانی عوام جس انداز میں ان دہشتگردی کی وارداتوں کا مقابلہ کر رہے ہیں انہیں بھی تاریخ میں سنہری الفاظ سے یاد کیا جائے گا۔ پاکستان کی سیاسی اور عسکری قیادت اس وقت تہیہ کر چکی ہے کہ دہشت گرد اوران کے سہولت کاروں سے کسی قسم کی رعایت نہیں بھرتی جائیگی کیونکہ ان کی تمام تر کاروائی پاکستان کی ترقی , خوشحالی اور استحکام کی راہ میں رکاوٹ ہے لہذا اسے عوام کی بھی بھرپور حمایت حاصل ہے۔ انشاءاللہ ماضی کی طرح پوری قوم یک جان ہو کر ملک کی بقا اور استحکام کے لئے دہشت گردی کی وارداتوں میں ملوث لوگوں کے خلاف اپنا کردار بھی بھرپور انداز میں ادا کریں گے۔ امکانات اس بات کے ہیں کہ اب دہشت گردوں کے خلاف ''فائنل راؤنڈ'' کھیلا جائے گا کیونکہ اس کے بغیر امن قائم نہیں کیا جاسکتا اور جہاں امن نہ ہو وہاں ترقی وخوشحالی ناپید ہوجاتی ہے۔ اس پس منظر میں حکومت نے فورسز کے ساتھ مل کر مشکل ترین فیصلے کر لیے ہیں اوران پر عملی اقدامات سے پاکستان کو ایک بار پھر امن کا گہوارہ بنایا جائے گا۔

افغان پناہ گزینوں کی ملک بدری ناگزیر!

محمد زکریا
(مصنف، کالم نگار ہیں اور پی ایچ ڈی ڈاکٹر ہیں)

کسی مہمان کو اپنے ہاں ٹھہرانا، اس کی ۴۵ برس سے زائد عرصہ خاطر تواضع کرنا، انہیں تعلیم، صحت سمیت تمام سہولیات کی مساوی فراہمی یقینی بنانا، انہیں فروغ کاروبار کیلئے امن و امان سمیت سازگار ماحول فراہم کرنا اور ہر مشکل میں اپنوں سے بڑھ کر مہمان کا خیال رکھنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ عالمی سطح پر تیزی سے وقوع پزیر ہوتی معاشی تبدیلیوں نے تمام خودمختار ممالک کیلئے قومی سلامتی کو اولین ترجیح بنا دیا ہے۔ پاکستان جو ۱۹۷۹ سے افغان پناہ گزینوں کو پر وقار انداز میں اپنے ہاں تمام بنیادی و انسانی حقوق کی فراہمی ممکن بنا رہا ہے، مگر شاید پاکستانی سرحدوں کا قانونی تقاضے اور کریمنل ریکارڈ کی جانچ پڑتال کئے بغیر ہر افغانی کیلئے کھل جانا، پاکستان کی تاریخی اور نا قابل تلافی غلطی تھی۔ مگر یقینی طور پر اُن جنگی حالات کا تقاضا یہی تھا کہ ایک مسلم ملک دوسرے برادر مسلم ملک کیلئے اپنے اذہان و قلوب کے علاوہ سرحدی دروازے بھی کھول دے۔ اُس وقت کی پاکستانی قیادت نے افغانوں کیلئے ضرورت سے زیادہ خلوص و محبت کا اظہار کیا جو کہ اخلاقی طور پر فریضہ اول بھی تھا۔ افغان شہریوں نے نا صرف پاکستان کے تمام وسائل پوری آزادی کے ساتھ بے دریغ انداز میں استعمال کئے بلکہ ملک بھر میں جرائم کی نئی راہیں بھی ہموار کیں۔ نتیجے کے طور پر منشیات کے پھیلاؤ، دہشتگردی اور کلاشنکوف کلچر سمیت دیگر متعدد برائیوں نے پاکستانی معاشرے میں اپنے پنجے مضبوط کئے۔ ان سب مسائل کے باوجود پاکستان نے افغان پناہ گزینوں کے ساتھ نہایت نرم اور تحمل والا رویہ اپنایا۔

> **مگر شاید پاکستانی سرحدوں کا قانونی تقاضے اور کریمنل ریکارڈ کی جانچ پڑتال کئے بغیر ہر افغانی کیلئے کھل جانا، پاکستان کی تاریخی اور نا قابل تلافی غلطی تھی۔**

اس صورت حال کا نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان میں امن و امان کی صورت حال دن بدن خراب ہوتی چلی گئی۔ اور کئی علاقہ جات افغان

دہشتگردوں کی محفوظ پناہ گاہیں بنتی گئیں۔ ایسے حالات میں پاکستان میں افغانستان سے پناہ گزینوں کی تعداد میں بے تحاشا اضافہ ہوتا رہا۔ پاکستان میں موجود بعض طاقتور سیاسی حلقوں نے ان مہاجرین کو اپنا ووٹ بینک بنانے کے لیے پاکستان کے سسٹم میں موجود خرابیوں کا سہارا لیا اور ان پناہ گزینوں کو دھڑا دھڑ شناختی کارڈز اور پاسپورٹ ملنے لگے۔ یوں پاکستان ایک نئے بحران سے دوچار ہو گیا۔

پاکستان میں ۲۰۱۸ء کے بعد دہشتگردی کی نئی لہر سر اٹھا رہی ہے ایک رائے ہے کہ جس میں نا صرف عام افغانیوں کو گمراہ کن پروپیگنڈے کے تحت دانستہ طور پر پاکستان کیخلاف پرتشدد کارروائیوں کیلئے استعمال کیا جا رہا ہے بلکہ افغان حکومت بھی کوئی کاروائی نہ کرتے ہوئے (TTP) کو محفوظ پناہ گاہیں فراہم کرنے میں پیش پیش نظر آتی ہے۔ موجودہ حالات میں وطن عزیز کو قومی سلامتی سے متعلق شدید خطرات لاحق ہیں جن کے تانے بانے بھارت اور افغانستان سے ملتے دکھائی دیتے ہیں۔ افغان شہریوں کی جانب سے ریاست پاکستان کیخلاف منظم دہشتگردی کے ناقابل تردید شواہد اس بات کے متقاضی ہیں کہ پاکستان کی سلامتی کو ہر معاملے میں مقدم رکھا جائے۔ اقوام متحدہ بھی اپنی رپورٹ میں انکشاف کر چکا ہے کہ پاکستان میں دہشت گرد حملے بڑھنے کی وجہ افغان طالبان کی دہشت گردوں کو مسلسل مالی اور لاجسٹک مدد ہے۔ کچھ عرصہ پہلے اقوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل میں جمع کرائی گئی ایک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ (TTP) کی افغانستان میں موجودگی اور طاقت برقرار ہے، ۲۰۲۴ کے دوران اُس نے پاکستان میں ۶۰۰ سے زائد حملے کیے، افغان طالبان ٹی ٹی پی کو ماہانہ بھاری رقم فراہم کر رہے ہیں۔ رپورٹ میں یہ انکشاف بھی ہوا ہے کہ افغانستان کے صوبے کنڑ، ننگرہار، خوست اور پکتیکا میں ٹی ٹی پی کے نئے تربیتی مراکز قائم کیے گئے ہیں۔

رپورٹ میں یہ انکشاف بھی ہوا ہے کہ افغانستان کے صوبے کنڑ، ننگرہار، خوست اور پکتیکا میں ٹی ٹی پی کے نئے تربیتی مراکز قائم کیے گئے ہیں۔

پاکستان کی جانب سے افغان حکومت پر مسلسل اس بات پر زور دیا جا رہا ہے کہ طالبان اپنی سرزمین پاکستان کے خلاف استعمال ہونے سے روکیں لیکن اس کے باوجود افغان سرحد سے (TTP) کے دہشت گرد مسلسل پاکستان میں حملے کر رہے ہیں اور پاکستان دہشت گردی میں افغان باشندوں کے ملوث ہونے کے ثبوت بھی افغان حکومت کو پیش کر چکا ہے۔ پاکستان بالخصوص خیبر پختونخوا میں اغوا برائے تاوان، بھتہ خوری، ٹارگٹ کلنگ اور خصوصاً سیکیورٹی فورسز پر حملوں کے کئی واقعات رپورٹ ہو چکے ہیں۔ امریکی فوج کے انخلا کے بعد ٹی ٹی پی اور دیگر شدت پسند گروہوں کے ہاتھوں جو جدید اسلحہ لگا، اس حوالے سے بھی افغان عبوری حکومت کا کردار سب کے سامنے ہے۔ پاکستان افغان پناہ گزینوں کے مسلے پر مزید خاموش نہیں رہ سکتا۔ وقت کا تقاضا ہے کہ پاکستان میں موجود تمام پناہ گزینوں کو ان کے وطن واپس بھیجا جائے۔

ہر خود مختار ملک اپنی سرحدوں کو محفوظ بنانے، داخلی مسائل سے نبرد آزما ہونے اور پناہ گزینوں سے متعلق واپسی جیسے اقدامات اٹھانے کا پورا پورا حق رکھتا ہے۔ پاکستان ایک خود مختار ملک ہے۔ حکومت پاکستان اور تمام سیکورٹی ادارے اس بات پر متفق ہیں کہ پاکستان میں جس نے

صدر ٹرمپ نے غیر قانونی، غیر ملکیوں کی فوری ملک بدری کا فیصلہ کیا ہے تو کیا کسی ملک نے انہیں اپنے اس اعتراض سے آگاہ کیا ہے کہ اس فیصلہ سے قبل ہم سے مشاورت کیوں نہیں کی گئی؟

بھی رہنا ہے وہ قانونی طریقے پر عملدرآمد یقینی بناتے ہوئے پاکستان میں قیام کرسکتا ہے۔ اگر ہم افغان پناہ گزینوں کی پاکستان میں آمد کا مختصر جائزہ لیں تو پاکستان میں افغان مہاجرین کی آمد ۱۹۷۹ میں افغانستان پر سوویت یونین کے حملے کے بعد شروع ہوئی۔ امدادی امور کے لیے اقوام متحدہ کے دفتر (اوچا) کے مطابق 1981 تک ان کی تعداد ۲۰ لاکھ اور ۱۹۹۰ تک ۳۲ لاکھ ہو چکی تھی۔ سوویت یونین کی واپسی کے بعد ۱۹۹۰ کی دہائی میں افغانستان کی خانہ جنگی کے دوران بھی مہاجرین

پاکستان آتے رہے۔ ۲۰۰۱ میں افغانستان پر امریکی حملے کے بعد پاکستان کا رخ کرنے والے افغانوں کی مجموعی تعداد ۵۰ لاکھ سے تجاوز کر چکی تھی۔ ۲۰۰۲ میں طالبان کی پہلی حکومت کے خاتمے کے بعد تقریباً ۱۵ لاکھ افغانوں کی واپسی ہوئی اور ۲۰۱۲ تک یہ تعداد ۲۷ لاکھ تک جا پہنچی۔ آئندہ دس برس میں وقتاً فوقتاً مزید افغان شہری اپنے ملک واپس جاتے رہے۔ ۲۰۲۱ میں افغانستان پر طالبان کی حکومت دوبارہ قائم ہونے کے بعد تقریباً ۷ لاکھ افغانوں نے ایک مرتبہ پھر پاکستان میں پناہ لی۔ پناہ گزینوں کے لیے اقوام متحدہ کے ادارے (UNHCR) کے مطابق ستمبر ۲۰۲۳ میں افغانوں کو ملک چھوڑنے کا حکم دیے جانے تک پاکستان میں تقریباً ۳۱ لاکھ افغان شہری مقیم تھے جبکہ اب ان کی تعداد تقریباً ۲۳ لاکھ ۵۰ ہزار ہے۔

پاکستان نے خوش اخلاقی کے ساتھ افغان شہریوں کی میزبانی کی اور بطور ذمہ دار ریاست تمام وعدے اور ذمہ داریاں نبھائی ہیں۔ پاکستان میں مقیم تمام افراد کو قانونی تقاضے پورے کرنے ہوں گے اور پاکستان کے آئین کی مکمل پابندی کرنا ہوگی۔ اطلاعات کے مطابق پاکستان کے مختلف شہروں میں غیر قانونی طور پر مقیم افغان باشندوں کی وطن واپسی کا سلسلہ جاری ہے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۶ مارچ ۲۰۲۵ تک ۸ لاکھ ۶۸ ہزار ۱۷۱ ۸ افغان باشندے پاکستان چھوڑ چکے ہیں۔ طالبان حکومت کی جانب سے بارہا یہ دعویٰ سامنے آیا کہ ان کے ہاں امن ہے اور افغانستان کی معیشت ترقی کر رہی ہے۔ جب امن آچکا ہے، معیشت ترقی کی راہوں پر گامزن ہے تو طالبان قیادت اپنے شہریوں کو واپس اپنے وطن میں بسانے پر معترض کیوں نظر آتی ہے؟ مہمانوں کے بھی تو کچھ اصول ہوتے ہیں اور اگر میزبان تقریباً ۴۳ سال سے افغان پناہ گزینوں کی واپسی پر اصرار کر رہا ہے تو شرافت کا یہی معیار ہے کہ میزبان ملک کے تمام تر فیصلوں کے سامنے سرِ خم تسلیم کیا جائے۔

افغان سفارت خانہ پاکستان پر افغان شہریوں کی گرفتاریوں اور چھاپوں جیسے شکوؤں کی بجائے ذمہ دار نہ ملک ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے فراخدلی سے اپنے شہریوں کو وطن واپس آنے پر خوش آمدید کہے۔ پاکستان نے کئی دہائیوں سے لاکھوں افغانوں کی عزت اور وقار کے ساتھ میزبانی کی ہے اور روایتی مہمان نوازی کے ساتھ ساتھ اپنے وسائل اور خدمات جیسے کہ تعلیم اور صحت کا اشتراک کیا ہے۔ افغان پناہ گزینوں کے حوالے سے پاکستان کا اصولی موقف یہ ہے کہ ہم افغانوں کی ان کے آبائی وطن واپسی کے لیے حالات کو آسان بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مزید براں پاکستانی حکام کا کہنا ہے کہ غیر قانونی طور پر مقیم غیر ملکیوں کو باعزت واپسی کے لیے کافی وقت دیا جا چکا ہے اور اس عمل کے دوران کسی کے ساتھ غیر انسانی سلوک نہیں کیا جائے گا۔ اسی سوچ کے تحت پاکستانی قیادت نے افغان پناہ گزینوں سمیت تمام غیر قانونی غیر ملکیوں کو رضا کارانہ طور پر واپس اپنے ملک جانے کیلئے ۳۱ مارچ ۲۰۲۵ تک کی مہلت دی ہے۔ قومی سلامتی کا تحفظ یقینی بنانے کیلئے یکم اپریل ۲۰۲۵ سے تمام غیر قانونی غیر ملکیوں کیخلاف سخت کریک ڈاؤن کیا جائے گا۔

صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ افغانستان کا دوسرا ہمسایہ اسلامی ملک ایران بھی افغان پناہ گزینوں کو واپس اپنے وطن لوٹ جانے کا پیغام دے رہا ہے۔ ہر ذمہ دار ملک پر امن اور محفوظ رہنا چاہتا ہے۔ پاکستان کی شمال مغربی سرحدوں کے پار جو حالات ہیں، ان کے اثرات سے بچنے کیلئے پاکستان کو اپنی سرحدوں کی سخت نگرانی کرنے اور سخت قوانین بنانے کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں حالیہ سانحہ جعفر ایکسپریس ہو یا بنوں کینٹ حملہ، سانحہ (APS) ہو یا دار العلوم حقانیہ میں خودکش دھماکے ہوئے ہیں۔ پاکستان میں پے در پے دہشت گردی کے واقعات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پاکستان کے دشمن متحرک ہیں اور پاکستان کو اپنے عوام اور وطن عزیز کے تحفظ کیلئے تمام تر قوت کو یکجا کرنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان کے سرحدی و معاشی مسائل اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتے کہ افغان پناہ گزینوں کا مزید بوجھ اٹھایا جائے۔ عبوری افغان حکام کو اس طرف اپنی توجہ مبذول کرنی ہوگی کہ وہ افغانستان میں سازگار حالات پیدا کریں تاکہ واپس آنے والے افغان، معاشرے میں مکمل طور پر مربوط ہوں۔

میری سمجھ سے افغان قیادت کا یہ شکوہ بالاتر ہے کہ افغان پناہ گزینوں کی واپسی سے قبل کوئی مشاورت نہیں کی گئی۔ پاکستانی موجودہ قیادت نے وسیع تر ملکی مفاد میں وہی کیا جو ملک وقوم کیلئے بہتر تھا، اس میں افغان طالبان سے مشاورت سرے سے بنتی ہی نہیں۔ میری رائے کے مطابق یہ قطعی طور پر غیر منطقی استدلال ہے۔ صدر ٹرمپ نے غیر قانونی، غیر ملکیوں کی فوری ملک بدری کا فیصلہ کیا ہے تو کیا کسی ملک نے انہیں اپنے اس اعتراض سے آگاہ کیا ہے کہ اس فیصلہ سے قبل ہم سے مشاورت کیوں نہیں کی گئی؟

اسی طرح پاکستان کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے عوام کے مفادات کے تحفظ اور ملکی سالمیت کیلئے مئوثر اقدامات کرے اور وطن عزیز میں موجود تمام غیر قانونی غیر ملکیوں کو نکالے۔ افغان طالبان کو اپنے طرز عمل پر غور کرنا ہوگا، جس ملک نے چار دہائیوں سے زائد عرصہ افغانی بھائیوں کیلئے اپنے تمام وسائل وقف کردیئے، اس کی مہمان نوازی کا صلہ۔ احسان فراموشی تو نہیں۔ حضرت علیؓ کے قول کا مفہوم ہے کہ جس پر احسان کرو، اس کے شر سے بھی ڈرو۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے، تو شکایت ہوگی

بساطِ رنگ بچھاؤ بہار آئی ہے

اسما بابر

(۶ کتابوں کی مصنفہ ہیں، نوائے وقت کی کالم نگار ہیں، ماہنامہ ہلال کی مستقل لکھاری ہیں اور ریڈیو لاہور میں کمپیئر ہیں)

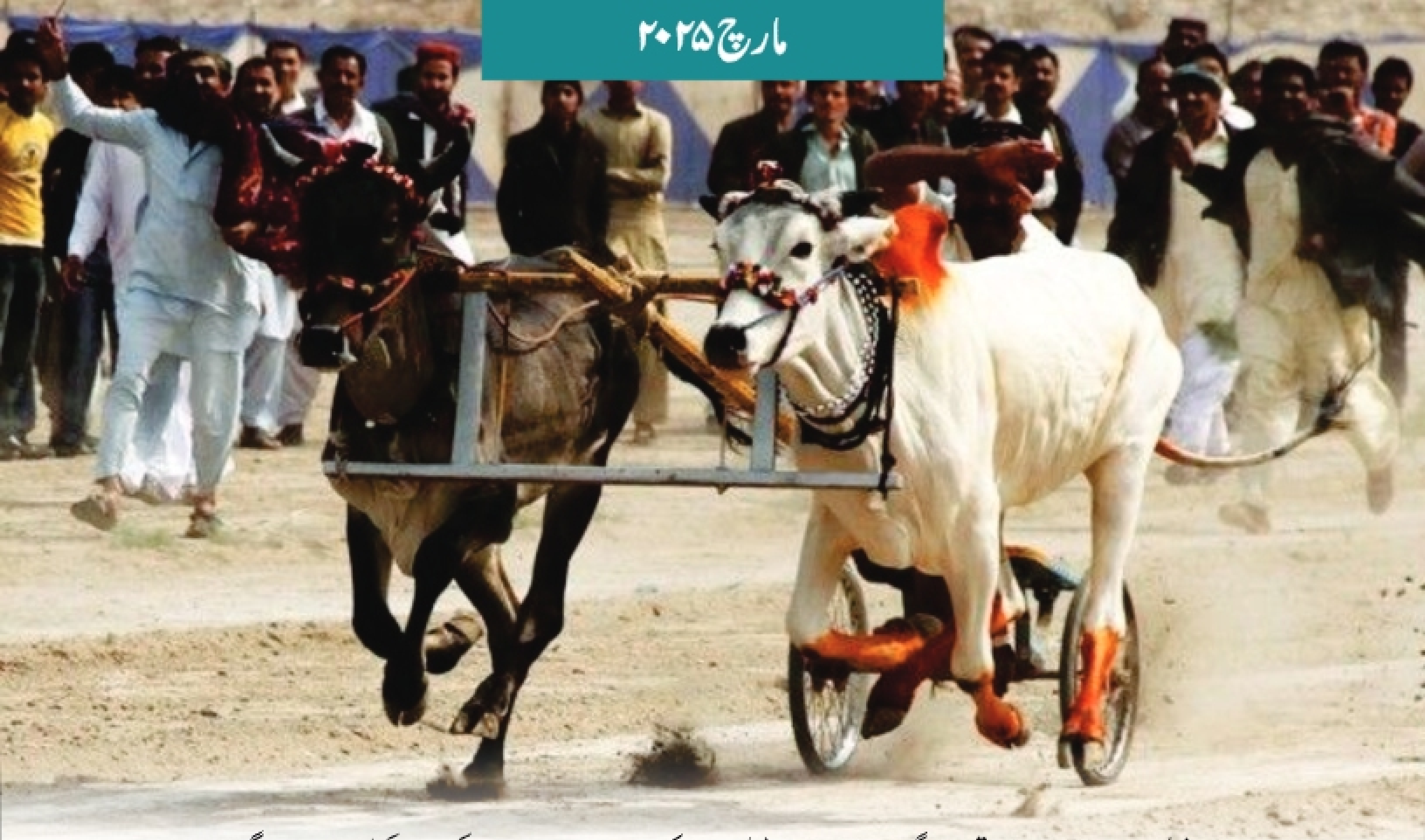

میل ملاقاتوں سے میلے کا تصور اجاگر ہوا اور شادیوں پہ میل جانے کی ریت پڑی، پورا خاندان کئی دنوں کیلئے شادی والے گھرانے میں چلا جاتا۔ بوڑھے بزرگ مرد اور بزرگ خواتین اپنی اپنی محفلیں جماتیں، ڈھولک کی تھاپ پہ بھنگڑے، گیت اور ٹپے ڈالے اور گائے جاتے، جلیبیاں، پکوڑے لڈو نجانے کیا کچھ پکایا اور کھلایا جاتا۔ شام ڈھلتے ہی چھتوں اور صحنوں میں چار پائیاں اور گدیلے بچھا دیئے جاتے۔ گاؤ تکیوں پہ گوٹے کی لڑیاں اور ہاتھ کے ہوا دار پنکھوں کی جھالریں، رنگین پائیوں کی چار پائیاں اور مٹی کے چولہوں کے پاس شادیوں کی روٹیاں پکاتے ناریوں کے ہاتھوں میں چوڑیوں کی چھن چھن، کہاوتوں اور کہانیوں کے تبادلے، بزرگوں کے درمیان بیٹھے جوان اور بچے غور سے سنتے۔ ایسے ماحول میں بہت کچھ سیکھا جاتا۔ بات چل نکلی ہے میلے کی تو ہمارے ہاں ادبی میلے بھی لگتے ہیں جن کی سرائے زیادہ تر اسلام آباد، کراچی اور لاہور ہے، آگے دیکھیں تو فلمی میلے اور موسیقی میلے بھی بہت مشہور ہیں، انڈس ویلی فلم میلہ، کارا میلہ بہت مشہور ہے۔ میلوں میں جو موسیقی میلا ہے اسے آل پاکستان میوزک کانفرنس کے نام سے منعقد کیا جاتا ہے اور دوستی میوزک میلا جس میں ہر صوبے کی ثقافت کے رنگ اور سُر سننے کو ملتے ہیں۔ میلہ چراغاں، میلہ سائیں کاواں والے کا، میلا داتا کی نگری کا عرس، ان میلوں کا رواج برس ہا برس سے چلا آ رہا ہے۔ میلوں سے تہذیب و ثقافت اور تمدن کو فروغ ملتا ہے، ان کے آپس میں روابط بڑھنے سے باہم محبت ذہنی ہم آہنگی اور اتحاد کی فضا پروان چڑھتی ہے۔ ہم ان میلوں کی تقریبات سے زندگی گزارنے کے بنیادی اصول و ضوابط سے روشناس بھی ہوتے ہیں۔

ثقافت وہ اصطلاح ہے جو معاشرے کے سماجی رویوں اور اصول و ضوابط کے ساتھ مختلف پنپنے والے گروہوں کے فنون، عقائد، رسم ورواج قوانین، صلاحیتوں اور علم پر مشتمل ہے۔

ثقافت وہ اصطلاح ہے جو معاشرے کے سماجی رویوں اور اصول وضوابط کے ساتھ مختلف پنپنے والے گروہوں کے فنون، عقائد، رسم ورواج قوانین، صلاحیتوں اور علم پر مشتمل ہے۔

میلوں میں اپنی اپنی تہذیب کے ساتھ مختلف طبقے آتے ہیں، زبان، لہجہ، لباس، موسیقی، لوک کہانیوں اور داستانوں کے ساتھ ایک دوسرے کو لبھاتے ہیں، یہاں سے ہی ادبی میلوں کو سجانے کیلئے ناول کا پلاٹ، افسانوں کا خیال اور فلم کی کہانی تشکیل پاتی ہے۔

فطرت کے موسمی تہواروں، میلوں کا اپنا ہی ایک حسن ہوتا ہے، خزاں کے بعد پربت کی چوٹیوں پہ سبزہ مسکرانے لگتا ہے تو زمین پہ سبز گھاس شبنم سے نمو پاتی ہے، اور پیڑوں پہ لگنے والا پودہ بادِ نسیم اور صبح کی پُروا کے ساتھ اپنے اطراف مہک بکھیرنے لگتے ہیں۔ جشن بہاراں کا گیت گاتی ہوائیں راگ الاپتی ہیں۔

بساطِ رنگ بچھاؤ بہار آئی ہے

حریم وقت سجاؤ بہار آئی ہے

یہی بہار ہر سال جشنِ سخن و بو کا سبب بنتی ہے اور اس مرتبہ ۲۰۲۵ میں تو جشن بہاراں نے میلہ مویشیوں کو یوں رنگ و مدحت عطا کی کہ ہر طرف رنگینیٔ نو بہار کا سماں بندھ گیا۔ ان میلوں میں صوفی تہذیب اور روحانی تہذیب کا امتزاج انتہائی متاثر کن رہا۔

منعقد ہونے والے اس میلے میں مختلف اضلاع کے لوگوں نے اپنی کاری گری کے خوب رنگ جمائے۔ روزانہ ہزاروں کی تعداد میں بچے بوڑھے، جوان اور خواتین مختلف مقامات پہ سرگرمیوں سے محظوظ ہوتے رہے۔ فورٹریس سٹیڈیم، مال روڈ، مین بلیوارڈ گلبرگ، جیلانی پارک، لاہور پولو کلب، اوپن ایئر تھیٹر باغ جناح، حضوری باغ، لاہور قلعہ، ایکسپو سنٹر، مینار پاکستان اور شاہدرہ میں عبدالرزاق اسٹیڈیم، یہ وہ مقامات ہیں جو نہ صرف میلے کی وسعت پذیری کو ظاہر کرتے ہیں بلکہ میلے کی اہمیت، عوام کی لگاؤ اور حکومت کے اس عمل کیلئے انتہائی پسندیدگی کا کھلم کھلا اظہار ہے۔ اس کے علاوہ ملکی صورتحال کے پیش نظر جو کہ ہمارے صیہونی دشمنوں اور دہشت گردوں کے حملوں نے پھیلا رکھی ہے اتنے بڑے میلوں کا اہتمام مختلف مقامات پہ حفاظتی تدابیر کی کامیابی، متعلقہ اداروں کے اہلکاروں کی ان تھک محنت اور لگن قابل داد ہے۔ آئیے اب ذرا ان میلوں کی تفصیل پڑھتے ہیں۔

سرکاری اعلامیہ کے مطابق کابینہ سے ہارس اینڈ کیٹل شو ۲۰۲۵ کیلئے ڈیڑھ ارب روپے کے اخراجات کی منظوری کی استدعا کی گئی جسے کابینہ نے متفقہ طور پر منظور کیا۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ہارس اینڈ کیٹل شو پنجاب میں پچھلی دو دہائیوں سے منعقد ہو رہا ہے، جس کی شروعات اس وقت کے وزیر اعلیٰ شہباز شریف نے کی تھی تاہم کبھی اس شو کیلئے اتنی بڑی رقم مختص نہیں کی گئی تھی۔

سب سے زیادہ رقم ۲۰۱۵ میں رکھی گئی جس کی مالیت تیس کروڑ روپے تھی۔ عموماً چھ کروڑ سے ۱۵ کروڑ روپے کی درمیان ہارس اینڈ کیٹل شو منعقد کیے

جاتے رہے ہیں۔

ہارس اینڈ کیٹل شو مارچ کے مہینے میں سرکاری سرپرستی میں منعقد کیا جاتا ہے اور پارکس اینڈ ہارٹیکلچر اتھارٹی اس کا بندوبست کرتی ہے۔ (PHA) کے ریکارڈ کے مطابق گزشتہ برس ۲۰۲۳ میں ہارس اینڈ کیٹل شو منسوخ کیا گیا اور اس کو جشن بہاراں کے ساتھ نتھی کر کے ایک ہی فیسٹیول کے طور پر پیش کیا گیا جس پر لاگت دو کروڑ روپے آئی تھی۔

ہارس اینڈ کیٹل شو پنجاب کے دارلحکومت لاہور کے فورٹریس سٹیڈیم میں منعقد کیا جاتا ہے اور اس میں صوبے کے مختلف کھیلوں کے ساتھ ساتھ دوسری سرگرمیاں بھی رکھی جاتی ہیں۔

لاہور کے فورٹریس سٹیڈیم میں شو ۴ روز تک جاری رہا، پروگرام کا آغاز وزیر اعظم محمد شہباز شریف کی اجازت سے کیا گیا، ایونٹ کے ابتدائی مرحلہ میں گھڑ سوار دستے نے اپنے فن کا مظاہرہ کیا۔

ہارس اینڈ کیٹل شو میں بین الاقوامی ٹیموں نے شرکت کی۔

کامن ویلتھ پارلیمنٹری ایسوسی ایشن کے غیر ملکی وفود نے بھی ہارس اینڈ کیٹل شو کی افتتاحی تقریب میں شرکت کی۔ ان میں چیئر پرسن (CPA) ایگزیکٹو کمیٹی، سلانگور اسٹیٹ ملائیشیا کے سپیکر، پارلیمنٹ آف سری لنکا کے سپیکر، ڈپٹی منسٹر آف سری لنکا، کلانتان اسمبلی کے سپیکر، برطانوی ہاوس آف کامن کے ڈپٹی سپیکر، پارلیمنٹ آف ملائیشیا کے سینٹر، اسٹیٹ اسمبلی ملائیشیا کے سپیکر، ملائیشیا کے ڈپٹی سپیکر،

دلچسپ بات یہ ہے کہ ہارس اینڈ کیٹل شو پنجاب میں پچھلی دو دہائیوں سے منعقد ہو رہا ہے جس کی شروعات اس وقت کے وزیر اعلیٰ شہباز شریف نے کی تھی۔

(CPA) کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل، مالدیوز کے ڈپٹی سپیکر، اراکین بلوچستان اسمبلی سمیت دیگر غیر ملکی مہمانوں نے بھی ہارس اینڈ کیٹل شو کی افتتاحی تقریب میں شرکت کی۔

ایونٹ میں نیلی راوی ساہیوال اور دیگر پنجاب کی بہترین نسل کی بھینس کی نمائش ہوئی جبکہ لوہی مندری بھیڑ، تھل، فیصل آباد اور گجرات کی بیتل اور ناچی بکریوں کو بھی نمائش کیلئے پیش کیا گیا، علاقائی اور صوبائی ثقافت کی عکاسی کرتے رنگ برنگے فلوٹ حاضرین کی دلچسپی کا مرکز بنے رہے۔

اسی طرح سجے سجائے فلوٹس پر روایتی علاقائی رقص کے مظاہرے سینکڑوں ڈھولچی کے دستے نے اپنے فن کا مظاہرہ کیا۔ بیک وقت چھ ڈھول بجاتے ڈھولچی مرکزِ نگاہ بن گئے، ہارس اینڈ کیٹل شو میں درویش رقص کا سحر انگیز شو بھی پیش کیا گیا۔

پاکستان کویت، ناروے، عمان، قطر، سعودی عرب، ساؤتھ افریقہ، امریکہ کی نیزہ باز، پاکستان، ایران، ترکیہ تاجکستان کی تیرانداز ٹیموں کا مارچ اور ڈھول کی تھاپ پر ناچتے اونٹوں سے لائیوسٹاک مارچ کا آغاز کیا۔ بہترین نسل کی بھینسیں، بھیڑ، اور ناچی بکریوں کی نمائش، سلواکیہ کے فنکاروں کا لیزر لائٹس شو، مقدونیہ کے بینڈ نے فن کا مظاہرہ کیا۔ فلوٹس پر علاقائی رقص کے مظاہرے، سینکڑوں ڈھولچیوں نے فن کا مظاہرہ کیا۔

معروف کوریوگرافر وہاب شاہ نے سینکڑوں فنکاروں کے ہمراہ پنجاب کے روایتی گیت پیش کر کے سماں باندھ دیا۔

دوسری جانب عاطف اسلم کی خصوصی پرفارمنس سے ہزاروں بچے اور نوجوان سٹیج کے سامنے جمع ہو گئے، تقریب میں ڈرون سے قومی پرچم، مینار پاکستان اور دیگر قومی و علاقائی لیزر میج بھی پیش کیے گئے۔

ہارس اینڈ کیٹل شو میں مشعلیں روشن کی گئیں۔

ایونٹ میں کثیر تعداد میں فیملیز نے شرکت کی اور تالیاں بجا کر داد دیتے رہے۔

میلہ مویشیاں واسپاں میں وفاقی وصوبائی وزراء، سول و عسکری محکموں کے سربراہان سمیت عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ تاریخی ہارس اینڈ کیٹل شو کے دنوں میں رات کی سرگرمیاں بھی جاری رہیں جن میں مویشیوں کی نمائش، گھوڑوں اور اونٹوں کا رقص، ہارس جمپنگ، ملٹری پولیس موٹر سائیکل شو، ڈاگ شو، صوبائی کھلاڑیوں کا مارچ، تازی کتوں کی دوڑ، نیزہ بازی اور دیگر سرگرمیوں کو شہریوں نے خوب انجوائے کیا۔ گائیوں، بھینسوں، بکریوں اور گھوڑوں کی مختلف خوبصورت نسلیں پیش کی گئیں، شام میں نیزہ بازی، مشعل پریڈ، امن لیزر شو اور آتش بازی کا انعقاد کیا گیا تھا۔

لائیوسٹاک کے مقابلوں میں پوزیشن حاصل کرنے والے جانوروں کے مالکان کو انعامات اور ٹرافیوں سے بھی نوازا گیا۔ نیزہ بازی اور سپورٹس کے مقابلوں کے ساتھ ساتھ ملٹری پرفارمنسز بھی پیش کی گئیں۔ میلہ مویشیاں کے سلسلے میں فیملیز کیلئے پالتو جانوروں اور پرندوں کی خصوصی نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا جبکہ سپیشل ڈاگ شو بھی اس میلے کا حصہ تھا۔

یہ میلہ پنجاب کی زرعی اور ثقافتی شناخت کو نہ صرف منانے کا ایک موقع تھا بلکہ بین الاقوامی سطح پر ثقافتی تبادلے اور اقتصادی ترقی کیلئے امکانات کو بھی فروغ دینے کا سبب بنا۔ اس تقریب کی کامیابی نے حکومت کے عزم کو واضح کیا کہ وہ صوبے کی روایتی وراثت کو برقرار رکھنے اور کسانوں کی مدد کرنے کیلئے پرعزم ہے۔ لاہور میں منعقد ہونے والا یہ شاندار میلہ یقینی طور پر ایک نیا سنگ میل ثابت ہوا ہے جس نے مقامی اور بین الاقوامی شرکاء کو ایک پلیٹ فارم فراہم کیا جہاں وہ اپنی مہارت، ثقافت اور روایات کو مناتے ہوئے ایک دوسرے کے قریب آئے، یہ سرگرمی نہ صرف ماضی کی یاد تازہ کرتی ہے بلکہ مستقبل میں بھی ایسے مواقع کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ میلے کا مرکزی موضوع اتحاد، ترقی اور ثقافتی احیاء تھا۔

صوبائی دارالحکومت کے فورٹریس سٹیڈیم میں ہارس اینڈ کیٹل شو تمام رعنائیاں سمیٹ کر اختتام پذیر ہو گیا۔

اختتامی تقریب میں وزیراعلیٰ پنجاب مریم نواز شریف کی میزبانی میں ہونے والی اس تقریب کے مہمان خصوصی آرمی چیف جنرل سید عاصم منیر تھے، جنہیں رینجرز کے جوانوں نے سلامی پیش کی۔

خشک دھرتی کے سینے پہ جب محبت کے دریا بہنے لگتے ہیں تو موجوں پہ رشتوں اور تہذیبوں کی کشتیاں تیرنے لگتی ہیں اور نسل در نسل انکو چلانے والے ملاح کے ہاتھوں میں چھوڑ دیے جاتے ہیں، بوجھل ساعتوں کی لپیٹ میں آنے والے بھنور کہیں ضم ہو جاتے ہیں، فطرت اپنے انداز میں انسان کو جو درس و تربیت دیتی ہے وہ اسے کبھی نہیں بھولتا، تہوار چاہے سرحدوں کے اس پار سے ڈھول بجائیں یا منائے جائیں یا قوموں سے منسوب ہو جائیں یہ تہوار یہ میلے اپنی اہمیت اپنی حیثیت اپنی شناخت کبھی نہیں مٹنے دیتے انسانی فطرت ہے کہ رنگینی زینت کے بنا پنپ نہیں سکتی۔

معاشی بحران اور عوام پر اس کے اثرات

پروفیسر ڈاکٹر حمیرا صادق قریشی

(مصنفہ کا تعلق درس و تدریس سے ہے مصنفہ اردو لسانیات میں پی ایچ ڈی ہیں)

کسی بھی ملک کی معاشی ترقی ملک کے استحکام اور سالمیت میں مرکزی اہمیت رکھتی ہے۔ مہنگائی، بے روزگاری اور معاشی تنگ دستی جیسے مسائل معیارِ زندگی کو بری طرح متاثر کرتے ہیں۔ یہ مسائل صرف ترقی پذیر ممالک کو ہی درپیش نہیں بلکہ ترقی یافتہ ممالک بھی اس کے اثرات سے محفوظ نہیں ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق، امریکا میں تقریباً نوے لاکھ سے زائد، برطانیہ میں ۲۶ لاکھ جبکہ باقی یورپ میں تقریباً تیس لاکھ لوگوں کے بیروزگار ہونے کی رپورٹ جاری کی گئی ہے۔ دیگر ممالک کی طرح پاکستان میں بھی موجودہ سال بے روزگاری کی شرح میں اضافہ ہوا ہے۔ پاکستان بے شمار مسائل میں گھرا ہوا ہے لیکن سب سے سنگین مسئلہ معاشی زبوں حالی اور معیشت کی دگرگوں صورتحال ہے۔ معیشت کو درپیش مسائل نہایت پیچیدہ، مستقل اور بنیادی نوعیت کے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس وقت پاکستان اپنی تاریخ کے بدترین معاشی بحران میں مبتلا ہے۔ یہ بحران ہمہ جہتی ہے اور ایک دن میں پیدا نہیں ہوا بلکہ پچھلی کئی دہائیوں کی ناقص پالیسیوں، حکمرانوں کی عیاشیوں اور مراعات یافتہ طبقات کی لوٹ کھسوٹ کا نتیجہ ہے۔ اس بحران کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم بالخصوص پچھلی تین دہائیوں سے ملکی آمدنی سے زیادہ خرچ کرتے رہے ہیں اور اخراجات پورا کرنے کے لیے اندرونی اور بیرونی قرضوں پر انحصار کرتے رہے ہیں اور قرضوں کی مالیت بڑھتی رہی ہے۔

ایک اندازے کے مطابق، امریکا میں تقریباً نوے لاکھ سے زائد، برطانیہ میں ۲۶ لاکھ جبکہ باقی یورپ میں تقریباً تیس لاکھ لوگوں کے بیروزگار ہونے کی رپورٹ جاری کی گئی ہے۔

اب ہمارے مجموعی قرض کی مالیت اتنی بڑھ چکی ہے کہ ہمارے ریونیو بجٹ کا ۷۰ فیصد سے زیادہ حصہ قرضوں پر واجب الادا سود اور دیگر ادائیگیوں کی مد میں خرچ ہو جاتا ہے۔ باقی ماندہ ۳۰ فیصد سے دفاعی اخراجات بھی بمشکل پورے ہوتے ہیں۔ لہٰذا روزمرہ کے حکومتی امور نپٹانے پر اٹھنے والے اخراجات اور ترقیاتی پروگراموں کے لیے قرض پر انحصار کیا جاتا ہے۔ پاکستان کی حکومت ملک کو درپیش سنگین مالیاتی بحران کے حل میں مدد کے لیے انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ (آئی ایم ایف) سے ایسے وقت میں مذاکرات میں مصروف رہتی ہے جب ملک کے زرمبادلہ ذخائر تقریباً خالی ہو چکے ہیں۔

سب سے بڑا عالمی مسئلہ مہنگائی ہے۔ اشیائے خورونوش کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے ساتھ افراطِ زر ہر وقت بلند ترین سطح پر ہے۔ رسد اور طلب میں فرق کے باعث تیل کی قیمتوں میں اضافہ ہوا جس کا بوجھ تقریباً تمام ممالک کی معیشتوں پر پڑا ہے۔ امریکا، برطانیہ، یورپ، چین، روس سمیت دنیا کی تمام بڑی معیشتیں اس بوجھ سے پریشان دکھائی دیتی ہیں۔ جب ترقی یافتہ ممالک بری طرح متاثر ہو رہے ہوں تو ترقی پذیر ممالک کا پٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافے کے اثرات سے بچنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ پاکستان میں پٹرول کی قیمت میں اضافے کے باعث مہنگائی میں شدید اضافہ ہوا ہے خصوصاً آٹا، گھی اور دالیں عوام کی پہنچ سے باہر ہو چکے ہیں۔ عملی طور پر صورتِ حال یہ ہے کہ جو چیز پہلے ۱۰۰ روپے کی تھی، روپے کی قدر میں کمی کی وجہ سے خود بخود ڈیڑھ سو روپے کی ہو چکی ہے، جبکہ عام آدمی کی آمدنی میں ایک پیسے کا اضافہ نہیں ہوا، الٹا کمی ہوئی ہے۔ فرض کریں وہ اگر مہینے بھر میں ۴۰ ہزار روپے کماتا تھا، تو روپے کی قدر میں کمی کی وجہ سے اس کی آمدنی سکڑ کر ۲۰ ہزار روپے ہو چکی ہے۔ روپے کی قدر میں ایک فیصد کمی بھی واقع ہو جائے تو اس کے اثرات عام آدمی کی نجی اور مالی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔ آٹا، گھی اور کوکنگ آئل کی قیمتوں میں خاطر خواہ اضافہ کیا گیا۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان اضافوں سے عام آدمی کی زندگی کس طرح اور کتنی متاثر ہو گی۔ ملک کی کثیر آبادی غربت اور افلاس کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ پینے کے لیے صاف پانی اور بجلی کی سہولت سے بھی وہ محروم ہے۔ صحت کی سہولتیں بھی میسر نہیں۔ ناقص غذا، ناخواندگی، بیماریاں، بلند شرح پیدائش، بے روزگاری اور پست آمدنیاں شدید معاشی بحران کی علامتیں ہیں۔ یہ سب کچھ قدرتی وسائل کی کمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ذرائع پیداوار کے ناقص اور غیر موثر استعمال، بدعنوانیوں اور اشرافیہ کی لوٹ مار کا نتیجہ ہے۔ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کرنیوالوں کی تعداد ۴۵ فیصد سے تجاوز کر چکی ہے۔ ان حالات سے باہر نکلنے کیلئے ضروری ہے کہ یا تو عام آدمی کی آمدن کے ذرائع بڑھائے جائیں یا انہیں سبسڈی دے کر اشیائے خورونوش کی قیمتیں کم کی جائیں۔

ان حالات میں ملازمت کرنے والے طبقے کے مسائل زیادہ بڑھے ہیں۔ کاروبار کی رفتار سست ہونے سے کافی ملازمتیں ختم ہوئی ہیں اور شاید اسی وجہ سے بیروزگار نوجوانوں کی تعداد میں اضافہ دیکھنے میں آ رہا ہے۔ ان حالات میں سرکار کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کے لیے ایسے مثبت اقدامات کرے جو ان کے مسائل کم کرنے میں مددگار ثابت ہوں۔ اس حوالے سے حکومت پنجاب کے اقدامات کچھ بہتر دکھائی دے

صنعتوں اور کاروبار کرنے والوں پر ٹیکس لگائیں گے تو یہ ٹیکس انہوں نے اپنا منافع کم کر کے اپنے پلے سے نہیں دینا، وہ اس کو عوام پر منتقل کر دیں گے۔

رہے ہیں۔ جو تکنیکی تعلیم کے ساتھ ساتھ پیشہ ورانہ اور ٹیکنالوجی کی تعلیم پر توجہ دے رہی ہے۔

ترقی یافتہ ممالک میں کوئی بھی دکان کھولنے سے پہلے دکاندار کا بینک اکاؤنٹ کھلوانا لازم ہے۔ حکومت اس بینک اکاؤنٹ کو ٹیکس نظام، دیگر بینکوں اور موبائل اپلیکیشنز کے ساتھ منسلک کرتی ہے۔ جو شخص بھی خریداری کے لیے آتا ہے وہ اپنے موبائل کے ذریعے سامان پر لگا کیو آر کوڈ سکین کرتا ہے اور دکاندار کی رقم اور سرکار کے ٹیکس کی رقم علیحدہ علیحدہ ظاہر ہو جاتے ہیں۔ خریدار اسی وقت اپنے موبائل سے ادائیگی کرتا ہے اور دکاندار کی رقم اس

کے اکاؤنٹ جبکہ ٹیکس کی رقم براہِ راست حکومت کے اکاؤنٹ میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اس سے ٹیکس چوری کے راستے بھی بند ہو جاتے ہیں۔ مگر پاکستان میں اس معاملے پر ایک بڑا مسئلہ دکانداروں کی تربیت کا بھی ہے کیونکہ ان کی اکثریت کم تعلیم یافتہ ہے۔ اینڈرائڈ فون استعمال کرنا اور اپلی کیشن کے ذریعے ادئیگی و وصولی کرنا ان کے لیے مشکل ہو سکتا ہے۔ دکانداروں کو ڈیجیٹل ادائیگیوں کے نظام کے ساتھ جوڑنا معیشت کو ترقی یافتہ ممالک کے ساتھ کھڑا کرنے کی اچھی کاوش ہے آن لائن ہونے کی وجہ سے چیک اینڈ بیلنس بھی آسان ہو سکے گا۔ اس نظام کی کامیابی کے بعد اسے مزید پھیلایا جا سکے گا۔ اسے ایف بی آر کے ساتھ جوڑ کر معاشی انقلاب کی راہ ہموار ہو سکے گی' ملکی معاشی پالیسیاں مضبوط ہوں گی

اور معیشت پر مثبت اثرات مرتب ہوں گے۔

صنعتوں اور کاروبار کرنے والوں پر ٹیکس لگائیں گے تو یہ ٹیکس انہوں نے اپنا منافع کم کر کے اپنے پلے سے نہیں دینا، وہ اس کو عوام پر منتقل کر دیں گے۔ اپنی تیار کردہ یا فروخت کے لئے رکھی گئی چیزوں کی قیمتیں بڑھا دیں گے۔ سب سے اہم سوال یہ ہے کہ صنعت و تجارت ہے کہاں کہ جس سے آپ (Revenue) کشید کریں گے؟ لوگ باہر نکلیں گے، کاروبار کریں گے اور صنعتیں کچھ مصنوعات تیار کریں گی تب ہی وہ کچھ بیچیں گے اور اپنے منافع میں سے ٹیکس ادا کریں گے، لیکن اگر کاروباری سرگرمیاں ہی ٹھپ ہو چکی ہوں اور اندرونی و بیرونی سرمایہ کاری کا گراف مسلسل نیچے جارہا ہو تو ایسے میں معیشت کو کیسے سنبھالا اور سنوارا جا سکتا ہے؟ بجٹ کے رخنے کو پورا کرنے کے لیے حکومت بیرونی قرضوں کے علاوہ سٹیٹ بینک اور کمرشل بینکوں سے قرض لیتی ہے جس سے ملک میں زر کی مقدار میں اضافہ ہوتا ہے جس سے مہنگائی پیدا ہوتی ہے۔ مالیاتی خسارے کی وجہ سے روپے کی قدر گرتی ہے اس سے بھی مہنگائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ تمام کلیاتی معاشی مظاہر کی صورتحال دگرگوں ہے۔ مالیاتی خسارے اور انرجی کے بحران کے منفی اثرات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں۔

معیشت کی گنجائش کے مطابق ٹیکس اکٹھا کرنے میں ناکامی کی وجہ سے قرض بوجھ متواتر بڑھتا جا رہا ہے اور مالیاتی خسارہ قابو سے باہر ہو رہا ہے۔ طاقتور طبقے نہایت بے شرمی سے ٹیکس چوری کرتے ہیں اور اپنے لیے مراعات بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ جو تھوڑا بہت ریونیو اکٹھا ہوتا ہے اسے بھی ملکی اشرافیہ فضول خرچی پر اڑا دیتی ہے۔ لیکن ٹیکس ادا کرنے سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ موجودہ استحصالی، بے ہودہ، نامعقول اور غیر منصفانہ ٹیکس نظام غریب اور امیر کے درمیان خلیج کو وسیع کر رہا ہے۔ اہل ثروت لوگوں پر ٹیکس عائد کرنے کیلئے درکار سیاسی عزم کا فقدان ہے اور غربا پر ہر سال بالواسطہ ٹیکسوں کا بوجھ لاد دیا جاتا ہے۔ کُل ٹیکس ریونیو کا ۶۲ فیصد سے زیادہ بالواسطہ ٹیکسوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ جن کا زیادہ بوجھ غریب اور محروم طبقات کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ پچھلے دس سالوں میں بالواسطہ ٹیکس میں اضافہ اور براہ راست ٹیکسوں میں کمی ہوئی ہے۔ ملک میں کرپشن کا راج ہے۔ تمام ادارے اس موذی مرض میں مبتلا ہیں۔ سیاسی بدعنوانیوں، کرپشن، مالیاتی بے ضابطگیوں اور ٹیکس چوری نے ملک کی معیشت کی جڑیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔ معیشت اب ایسے مقام پر پہنچ چکی ہے جہاں قرضوں پر انحصار کرنا خودکشی کے مترادف ہوگا۔ لہٰذا ٹیکس ریونیو اور دیگر مالی وسائل میں اضافہ ناگزیر ہے۔ اس مقصد کے لیے زرعی آمدنیوں پر ٹیکس عائد کرنا اور ٹیکس کا دائرہ کار وسیع کرنا ہوگا۔ مراعات یافتہ طبقات سے تمام اعانتیں اور رعایتیں واپس لینا ہونگی۔ براہ راست ٹیکسوں میں اضافے کے ساتھ ساتھ ٹیکس چوری کا کلچر ختم کرنا ہوگا۔ ٹیکس ایڈمنسٹریشن کی کرپشن پر قابو پانا ہوگا۔ حکومتی اخراجات میں بڑی کمی کرنا ہوگی اور بیوروکریسی کا حکم بھی کم کرنا ہوگا۔ امتیازی قواعد کے ذریعے جرنیلوں، ججوں اور سینئر بیوروکریٹ کو کروڑوں مالیت کے شہری پلاٹوں کی الاٹمنٹ بند کر دینی چاہیے۔ اسی طرح واپڈا ملازمین کو مفت بجلی سپلائی کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ اس لیے انہیں بھی بجلی کی قیمت ادا کرنے کا پابند بنانا چاہیے۔ ایسے اقدامات پر عمل کیے بغیر معاشی ترقی کا سوال

ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر ریاست مضبوط نہیں ہوگی تو عوام کو آسانیاں حاصل نہیں ہوں گی۔

ملک میں سیاسی استحکام کا فقدان ہے۔ سیاسی قیادت ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے اور معاشی بحالی کے ایجنڈے پر اتفاق رائے ناپید ہے۔ نظام تعلیم انتہائی فرسودہ اور انحطاط پذیر ہے اور معاشرے میں تقسیم کا باعث بن رہا ہے۔ غیر ترقیاتی اخراجات میں بے لگام اضافہ، روزمرہ کے حکومتی امور چلانے کے لیے درکار فنڈز کی کمی، لاقانونیت، مذہب کے نام پر بے رحمانہ خون ریزی نہ صرف سماج، سیاست اور معیشت پر بُرے اثرات مرتب کر رہے ہیں بلکہ روزگار کے مواقع۔ ملکی کاروباری ماحول اور متوقع بیرونی سرمایہ کاری کو بھی بری طرح متاثر کر رہے ہیں جس کی وجہ سے غربت اور بے روزگاری میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ بلند معیشت کو مہنگائی، بیرونی مالی دباؤ اور غیر یقینی صورت حال کا سامنا ہے۔ موجودہ مالی سال معاشی شرح نمو ہدف سے کم رہنے کا امکان ہے بلند شرح سود جو معاشی ترقی کی راہ میں حائل ہے اس کو ختم ہونا چاہیے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ ملک کو معاشی بحران سے نکالنے کے لیے مشترکہ جدوجہد کی جائے۔

دہشتگردی: جعفر ایکسپریس پر حملہ

از عمر دوآبیہ
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور کے شعبہ اُردو سے فارغ التحصیل ہیں

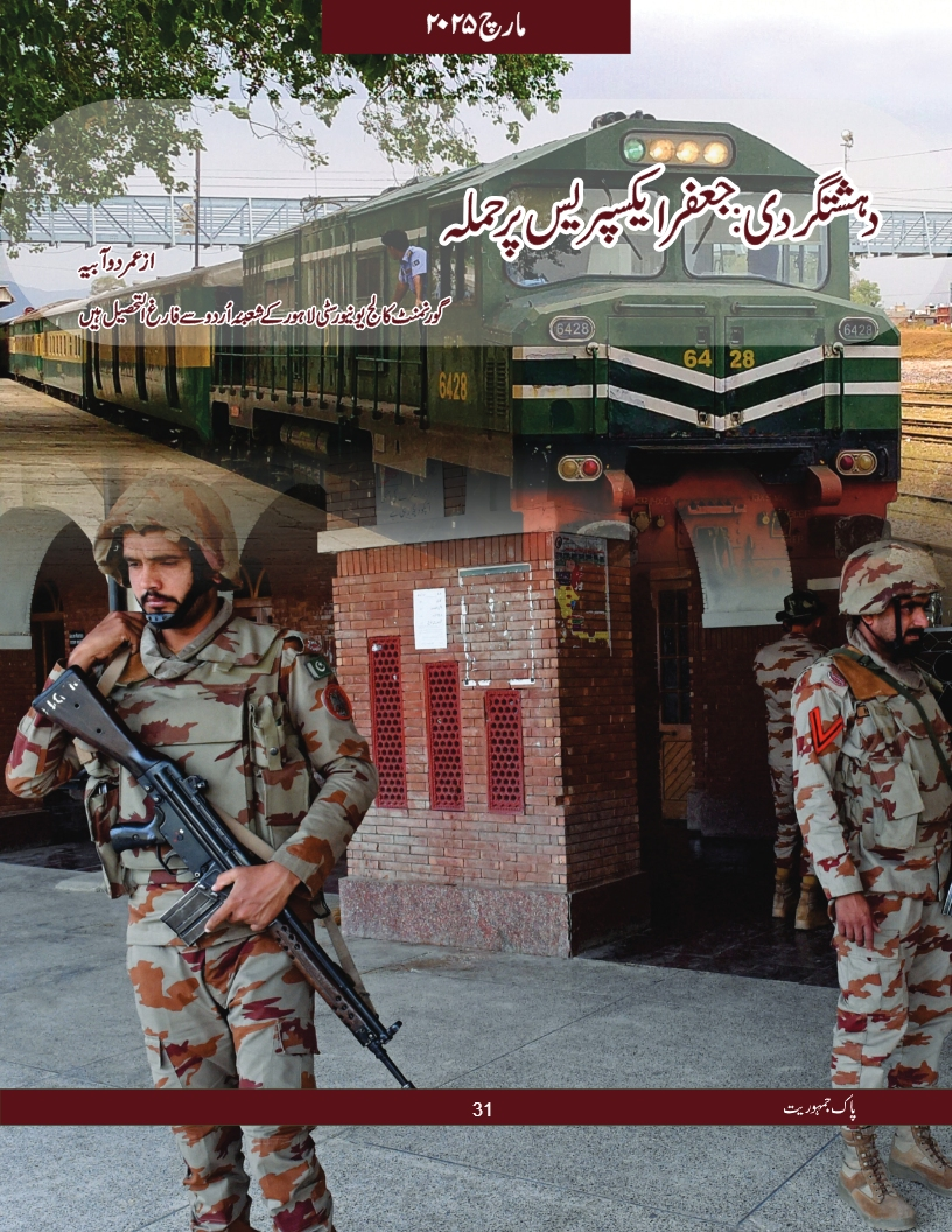

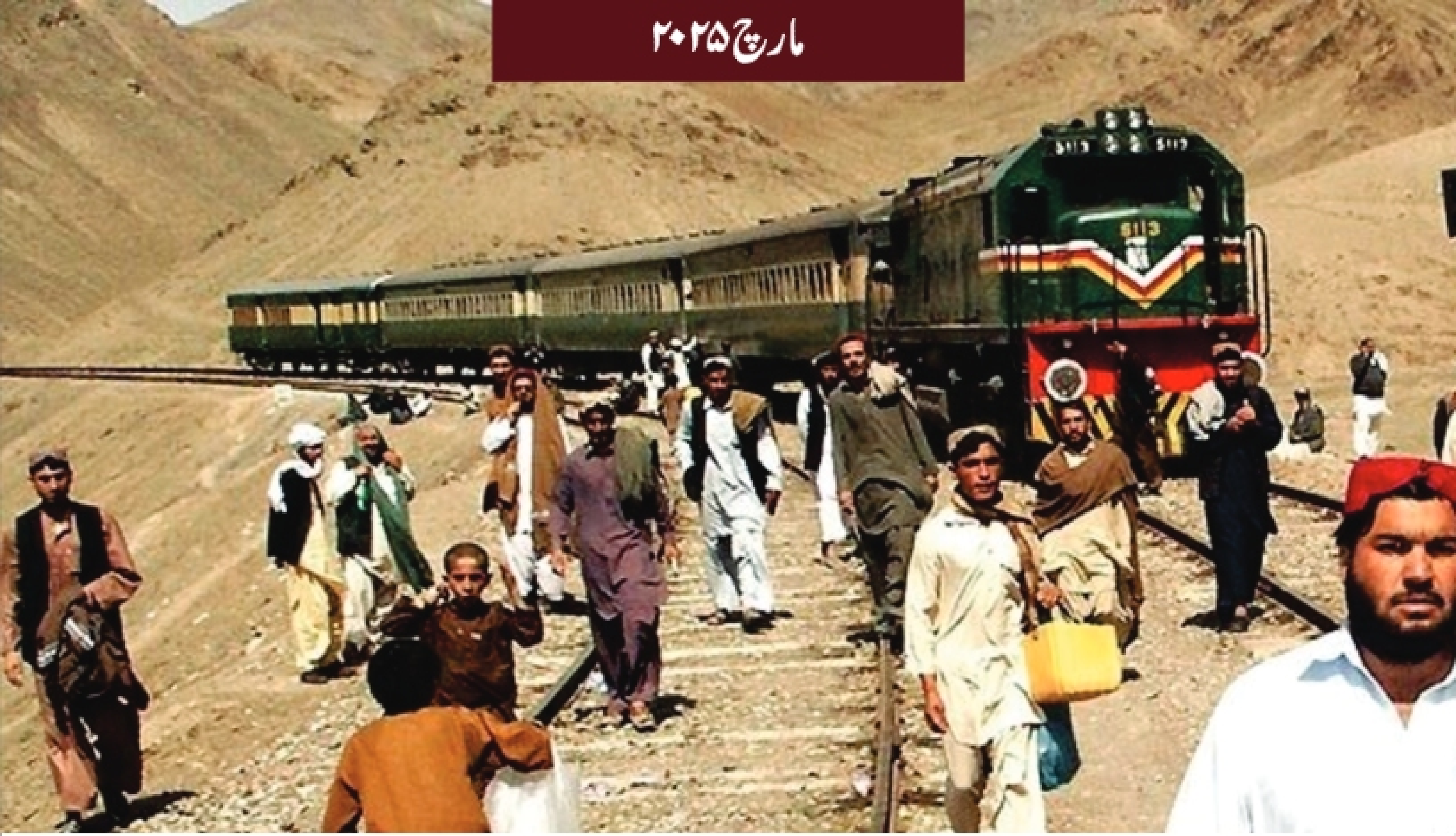

میں آج اپنے روایتی تحقیقی انداز سے آغاز کرنے کی بجائے شاید احساسات کے لفظوں سے اپنے پیغام پر زیادہ زور دوں گا۔ کیونکہ جب مجھے جعفر ایکسپریس پر حملے کی خبر ملی تو ایک لمحے کے ہزارویں حصے قدرے قبل میرے دماغ کے نرم خلیوں کے تمام پردے یادداشت کے نہاں خانوں کی تمام حدود کو توڑ کر مجھے ماضی کی اُن حسین یادوں میں لے گئے کہ جب آپ اگر جون کی سخت گرمی میں بھی کوئٹہ جائیں تو آبِ گم کا اسٹیشن کراس کرتے ہی کوئٹہ کی ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آپ کو اس خطے کی محبت کی صداقت کی پہلی سلامی دیتا ہے اور یہ محض ایک سلامی ہی نہیں بلکہ ایک محبت کے خمیر میں گندھی ہوئی اُس دھرتی کی آغوش کا پہلا لمس ہوتا ہے جو جسم اور روح کے تھکے ہوئے گوشوں کو بھی سکون عطا کرتا ہے۔ آج جب میں نے اِس خون میں لت پت خبر کو سُنا، تو میری آنکھوں کے سامنے وہی منظر آ کھڑا ہوا، گولیمار کے ایک بوڑھے بلوچ کی آنکھوں میں جھلملاتی مہمان نوازی، سریاب روڈ پر کھیلتے بچوں کی ہنسی، اور زرغون روڈ کی ویرانیوں میں چھپی داستانیں۔ یہ سب لمحوں میں ایک چیخ بن کر میرے وجود سے ٹکرائے۔ یہ دھماکہ صرف ریل پر نہیں ہوا، یہ دھماکہ میرے اندر اُس پرسکون لمحوں پر ہوا جو میں نے اُن پٹریوں کے کنارے خواب بنتے ہوئے گزارا تھا۔ یہ حملہ محض ایک ٹرین پر نہیں بلکہ اُس شفاف رشتے پر تھا جو ان بستیوں کے مکینوں نے برسوں میں محبت، ایثار اور قربانیوں سے پرویا تھا۔ جعفر ایکسپریس کا یہ زخم صرف اسٹیل کے ڈبوں پر نہیں لگا، یہ ہمارے اجتماعی شعور، ہماری سانجھی تہذیب اور اُس خاموش مگر پراثر امن پر لگا ہے جسے ہم نے اپنے دلوں میں چھپا رکھا تھا۔ میں آج تحقیق سے زیادہ چاہتا ہوں کہ آپ میرے ان ٹوٹتے احساسات کی لرزش کو سنیں، اُس کانپتی ہوئی آواز میں چھپی بے بسی کو محسوس کریں اور جانیں کہ یہ حملہ اگرچہ جسمانی طور پر چند جانوں کا نقصان تھا مگر معنوی طور پر یہ پورے وطن کے دل پر لگا کاری وار تھا اور فرحت احساس کے دو مصرعوں میں مجھے اپنی تمام خطاوں کا ادراک ہوتے ہوتے آخر ہو ہی گیا:

ہر گلی کوچے میں رونے کی صدا میری ہے
شہر میں جو بھی ہوا ہے وہ خطا میری ہے

دردِ دل سنانے کے بعد اگر کچھ عرض کر سکوں تو تاریخی تناظر میں پاکستان میں دہشتگردی کی داستان اگرچہ کئی دہائیوں پر پھیلی ہوئی ہے، مگر ہر دور میں کچھ خطے ایسے رہے جو یا تو خبر سے محروم رہے یا خبر بن کر بھی سطر سے نیچے رہے۔ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں مذہبی جہاد کا جن بوتل سے نکلا تو اسے ہم نے بیرونی کارِ خیر سمجھا اور وہ جلد ہی داخلی اضطراب میں ڈھل گیا۔ بعد ازاں مشرق میں سرحدیں گرم ہوئیں تو مغرب میں سرد مہری کی چپکدار خاموشی نے جنم لیا۔ ماضی کی مثالیں خود بولتی ہیں کہ کراچی کے دھماکے ہوں، یا سوات میں شدت پسندی کی لہر، یہ زخم ایک جیسے تھے مگر ان پر مرہم رکھنے کے انداز مختلف۔ کہیں ریاست نے فوری ردِعمل دکھایا تو کہیں طویل منصوبہ بندی اور کہیں فقط بیانیے کی نرمی۔ مگر بلوچستان؟ وہ تو جیسے ایک خاموش تماشائی رہا، جہاں نہ آواز کی گونج پہنچی، نہ شکوے کی بازگشت۔ جعفر ایکسپریس، جو پنجاب سے بلوچستان کو جوڑتی ہے، صرف پٹری نہیں بلکہ ایک معنوی رشتہ ہے۔ یہ دھماکہ دراصل اُس خاموش لکیر پر ایک بے آواز چیخ ہے جو برسوں سے فاصلوں، شکایات، اور ادھورے وعدوں سے کھینچی گئی ہے۔ ہم مانیں یا نہ مانیں مگر جب ربط کمزور ہو تو ذاتی رنجشیں اجتماعی غصے کا روپ دھار لیتی ہیں۔ جعفر ایکسپریس پر حملہ، اسی غصے کی بازگشت تھی جسے کسی مخصوص تنظیم یا محرک سے جوڑ دینا شاید وقتی تسلی تو ہو مگر اصل مسئلے کو نظر انداز کرنے کے مترادف بھی ہے کیونکہ یہاں ہر فرد شدت پسند نہیں، مگر ہر چہرے پر سوال ضرور ہے۔ ہر بارودی سرنگ ایک نعرہ نہیں لیکن شاید ایک نظر انداز شدہ دُعا کی بازگشت تو ہے جو سنی نہ گئی۔ جس طرح دریا اپنے کنارے کے ساتھ بے وفائی کرے تو طغیانی آتی ہے، ویسے ہی جب ریاست اپنے دور دراز کناروں کو فقط وسائل کی آنکھ سے دیکھے، تو محبت کی زمین پر رنجشوں کے کانٹے اگ آتے ہیں۔

یہ حملہ محض ایک ٹرین پر نہیں بلکہ اُس شفاف رشتے پر تھا جو ان بستیوں کے مکینوں نے برسوں میں محبت، ایثار اور قربانیوں سے پرو یا تھا۔ جعفر ایکسپریس کا یہ زخم صرف اسٹیل کے ڈبوں پر نہیں لگا، یہ ہمارے اجتماعی شعور، ہماری سانجھی تہذیب اور اُس خاموش مگر پر اثر امن پر لگا ہے جسے ہم نے اپنے دلوں میں چھپا رکھا تھا۔

امریکی صدر ڈوائٹ آئزن ہاور کا قول ہے کہ:

'If you want total security, go to prison. There you're fed, clothed, given medical care and the only thing lacking is freedom.'

''اگر آپ مکمل تحفظ چاہتے ہیں تو جیل چلے جائیں۔ وہاں آپ کو کھانا ملتا ہے، کپڑے ملتے ہیں، طبی سہولیات دی جاتی ہیں — صرف ایک چیز کی کمی ہوتی ہے، اور وہ ہے آزادی۔''

لہٰذا آج ہمیں محض دہشتگردوں کی تلاش نہیں کرنی، بلکہ ان اذہان کو بھی سمجھنا ہے جنہوں نے مایوسی کو نظریے کی شکل دی۔ ہمیں ان اسٹیشنوں پر واپس جانا ہے جہاں کبھی اعتماد کی ریل آتی تھی، اور محبت کا سامان اُترتا تھا۔ جعفر ایکسپریس کے زخم کا علاج صرف سیکیورٹی پلان نہیں، بلکہ سیاسی شعور، معاشی انصاف، اور ثقافتی احترام ہے۔ ہمیں اپنے قومی بیانیے میں اُن آوازوں کو بھی شامل کرنا ہوگا جو ابھی تک صرف خاموشی میں بولتی ہیں۔ تبھی یہ پٹری دوبارہ امن کی طرف لے جائے گی۔

یہاں ایک بنیادی سوال جو ہمیں اپنی تحقیق میں رکھنا ہوگا وہ یہ ہے کہ کیا وہ عناصر جو ریاست پر بندوق تانتے ہیں، دھماکوں میں اسکول، ریل، اور مسافر کو نشانہ بناتے ہیں۔ کیا وہ واقعی بلوچ قوم کے نمائندہ ہیں؟ کیا بلوچ کی خودداری، جمہوری سوچ اور بابائے قوم سے محبت، اس دہشت و وحشت کی علامت بن سکتی ہے؟ اس سوال کا جواب ہمیں بلوچ عوام کے کردار میں نہیں بلکہ اُن عناصر کی پشت پناہی کرنے والے (Network) میں تلاش کرنا ہوگا۔ پاکستانی ریاستی اداروں اور آزاد محققین کی رپورٹوں کے مطابق، بلوچستان میں فعال مسلح تنظیمیں جیسے کہ بلوچستان لبریشن آرمی (BLA)، بلوچستان ریپبلکن آرمی (BRA) اور یونائیٹڈ بلوچ آرمی (UBA) ایک مخصوص نظریاتی وعسکری ایجنڈے کے تحت کام کر رہی ہیں۔ ان کا مقصد محض حقوق کا حصول نہیں بلکہ ریاستِ پاکستان کی سلامتی وخودمختاری کو چیلنج کرنا ہے۔ ان تنظیموں کو نہ صرف بیرونی فنڈنگ حاصل ہے، بلکہ متعدد بار یہ بات اقوامِ متحدہ اور یورپی یونین کی رپورٹوں میں سامنے آچکی ہے کہ انہیں افغانستان میں

موجود مخصوص انٹیلیجنس نیٹ ورکس کی مدد حاصل رہی ہے مثال کے طور پر، ۲۰۲۰ میں پاکستان نے اقوامِ متحدہ میں ایک ڈوزیئر پیش کیا جس میں RAW (بھارتی خفیہ ایجنسی) کی جانب سے BLA کو مالی، تکنیکی اور لاجسٹک سپورٹ دینے کے ثبوت پیش کیے گئے۔ اسی سال BLA کو امریکا نے عالمی دہشتگرد تنظیم قرار دیا اور یہ ایک اعتراف تھا جس میں دنیا نے تسلیم کیا کہ یہ گروہ بلوچ عوام کے نمائندہ نہیں، بلکہ مخصوص مفادات کے لیے تشدد کا راستہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔ مزید یہ کہ BLA اور BRA جیسے گروہوں کے حملے ۸۰% سے زائد عام شہریوں، مزدوروں، اساتذہ، مسافروں اور طلبہ پر ہوتے رہے ہیں۔ کیا یہ احتجاج ہے۔۔۔؟ کیا بلوچ عوام اپنی آواز معصوم بچوں کی لاشوں کے ذریعے بلند کرنا چاہتے ہیں۔۔؟ بلوچستان کے تعلیمی اداروں پر ہونے والے حملے، پولیو ورکرز کا قتل، اور ترقیاتی منصوبوں پر کام کرنے والے انجینئرز کا اغوا، یہ سب وہ اقدامات ہیں جو کسی جائز سیاسی مطالبے کو بھی عوامی حمایت سے محروم کر دیتے ہیں۔

آج سوال یہ ہے کہ کیا مسلح گروہ صرف ریاست سے نالاں ہیں، یا وہ بلوچ عوام کو بھی اپنے شدت پسند بیانیے کا یرغمال بنانا چاہتے ہیں؟ کیا بلوچ عوام نے کبھی ریفرنڈم میں ان تنظیموں کی نمائندگی کو تسلیم کیا؟ نہیں۔ اور یہ ان تنظیموں کی سب سے بڑی شکست ہے کہ وہ بندوق سے حمایت تو چاہتے ہیں، مگر حاصل نہیں کر پاتے۔

جعفر ایکسپریس، جو پنجاب سے بلوچستان کو جوڑتی ہے، صرف پٹری نہیں بلکہ ایک معنوی رشتہ ہے۔ یہ دھماکہ دراصل اُس خاموش لکیر پر ایک بے آواز چیخ ہے جو برسوں سے فاصلوں، شکایات، اور ادھورے وعدوں سے کھینچی گئی ہے۔

بین الاقوامی معیار بھی اس بارے میں بالکل واضح ہے۔ اقوامِ متحدہ کے چارٹر کے مطابق مسلح جدوجہد اس وقت جائز ہوتی ہے جب کسی قوم کے بنیادی انسانی حقوق منظم انداز میں سلب کیے جا رہے ہوں اور تمام پرامن ذرائع ناکام ہو چکے ہوں۔ لیکن بلوچستان کی صورتحال اس معیار پر پورا نہیں اترتی۔ وہاں انتخابات ہوتے ہیں، سینیٹرز اور قومی اسمبلی کے ممبران بلوچ عوام کے ووٹ سے منتخب ہو کر آتے ہیں، بلوچستان اسمبلی ایک مکمل آئینی ادارہ ہے پھر اس کے باہر بندوق اٹھانے والے کس کی نمائندگی کرتے ہیں۔۔؟ ریاست کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنی سالمیت کو ایسے عناصر کے سامنے گروی رکھ دے جن کے مقاصد میں شفافیت نہیں، اور عمل میں فقط بارود کی بو ہے۔ اگر ریاست ان کے خلاف کارروائی کرتی ہے تو یہ کسی مخصوص قوم کے خلاف نہیں، بلکہ اس بیانیے کے خلاف ہوتی ہے۔ جو قومی وحدت کے خلاف نفرت، انتشار، اور تشدد کو بڑھاوا دیتا ہے۔

تاریخ بھی ہمیں بتاتی ہے: روس نے چیچنیا کی علیحدگی کی تحریک کو عسکری طاقت سے دبایا، ترکی آج تک کردستان ورکرز پارٹی (PKK) کو دہشتگرد تسلیم کرتا ہے، چین نے سنکیانگ میں علیحدگی پسند تنظیموں کے خلاف سخت حکمتِ عملی اپنائی اور بھارت کشمیر میں مسلح مزاحمت کو ہمیشہ ریاستی دشمنی کا عنوان دیتا ہے— تو پھر پاکستان سے یہ مطالبہ کیوں کہ وہ بندوق تھامنے والوں کو "حقوق کا نمائندہ" مانے۔۔۔؟ لہٰذا اگر

ریاستی ادارے ان عناصر کے خلاف کارروائی کرتے ہیں تو یہ اقدام کسی تعصب یا زیادتی پر مبنی نہیں، بلکہ اسی اصول کا تسلسل ہے جو دنیا کی ہر خودمختار ریاست اپناتی ہے: کہ ملک کی بقا، اس کے آئین، اور اس کے عوام کے جان و مال کا تحفظ مقدم ہے۔

اگرچہ ماضی کے زخم گہرے ہیں اور حال کے خدشے شدت رکھتے ہیں، مگر تاریخ نے ہمیں یہی سکھایا ہے کہ ہر مسئلے کا حل بندوق سے نہیں بلکہ بات چیت، فہم، اور برابری کے اصولوں پر مبنی باہمی احترام سے نکالا جا سکتا ہے۔ بلوچ عوام کی محرومیوں کا تسلیم کیا جانا پہلا قدم ہے، اور ریاست کا اپنے وعدوں پر خلوص نیت سے عمل پیرا ہونا دوسرا۔ پاکستان کا آئین، خصوصاً آرٹیکل ۲۵ اور ۳۷، تمام شہریوں کو برابری، انصاف اور ترقی کے مواقع کی ضمانت دیتا ہے۔ بلوچستان کے عوام کو نہ صرف ان آئینی حقوق کا مکمل ادراک ہونا چاہیے، بلکہ ان کی دسترس کو حقیقت کا رنگ دینا لازم ہے تاکہ وہ خود کو اس ریاست کا فطری حصہ محسوس کریں، نہ کہ کسی دور افتادہ تماشائی کی حیثیت میں۔ اس ضمن میں سب سے پہلا اقدام ریاست کو بلوچستان میں سیاسی، معاشی اور سماجی سطح پر مقامی قیادت کو بااختیار بنانے کی پالیسی اختیار کرنی چاہیے۔ فیصلہ سازی کا عمل

اسلام آباد کی میزوں تک محدود نہیں رہنا چاہیے، بلکہ فیڈریشن کے اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے خضدار، لورالائی، کیچ اور نوشکی کی فضاؤں میں اس کی بازگشت سنائی دینی چاہیے دوسرا قدم نوجوان نسل کو ہتھیار سے نکال کر قلم، ہنر اور روزگار کی طرف لانا ہے۔ بلوچستان کے تعلیمی اداروں کی حالت زار کو قومی سطح پر فوری توجہ درکار ہے۔ جامعہ بلوچستان، تربت یونیورسٹی، اور گوادر انسٹیٹیوٹ جیسے ادارے صرف علامتی حیثیت نہ رکھیں، بلکہ تحقیق، تخلیق اور قومی تعمیر کے مراکز ہوں۔ تیسرا اور سب سے نازک قدم ریاست کو چاہیے کہ وہ سیکیورٹی اور سیاسی بیانیے کے درمیان

ایک توازن قائم کرے۔ جہاں ایک طرف ریاست دشمن عناصر کو مؤثر انداز میں روکنا ضروری ہے، وہیں دوسری طرف اُن آوازوں کو جگہ دی جائے جو پرامن طور پر اپنے حقوق مانگتے ہیں۔ اس 'ڈیفنس کی جمہوریت' کو اگر دبایا جائے گا تو شدت پسندی کی آبیاری خود بخود ہوگی۔

بلوچ عوام سے بھی ایک اخلاقی ذمہ داری وابستہ ہے اور وہ یہ کہ وہ ہر اُس سوچ کو مسترد کریں جو ان کے مسائل کو عسکری بیانیے کے ساتھ جوڑتی ہے۔ اپنی نسلوں کو صرف ماضی کی محرومی نہیں، بلکہ مستقبل کی اُمید بھی دیں۔ اگر قلات، مکران، اور ژوب کے عوام اپنے مستقبل کو ریاستِ پاکستان کے ساتھ دیکھیں گے تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں گمراہ نہیں کر سکے گی۔ امن کی راہ ہمیشہ دشوار ہوتی ہے مگر یہی وہ راستہ ہے جو اقوام کو عروج بخشتا ہے۔ بلوچستان کے لوگ اگر ترقی، تعلیم، اور باعزت شراکت میں یقین رکھتے ہیں تو ریاست کو بھی چاہیے کہ انہیں عزت دے، وقار دے دیا اور سب سے بڑھ کر اُن کا اعتماد واپس دے کیونکہ یہ وقت بندوق، شکوے اور تقسیم سے آگے بڑھنے کر ایک ایسی ریاست کی تشکیل کا ہے جو نہ صرف جغرافیائی طور پر متحد ہو بلکہ دلوں میں بھی ایک ہو۔ بلوچستان، اگر باہمی عزت، آئینی مساوات اور ترقی کی بنیاد پر پروان چڑھے گا تو یقین جانیے یہ خطہ صرف پاکستان کا حصہ نہیں بلکہ اس کی شان ہوگا۔ امن کا گہوارہ ہوگا اور یہی وہ خواب ہے جو ہر محبِ وطن بلوچ اور ہر سنجیدہ پاکستانی نے اپنے دل میں سجا رکھا ہے۔ جیسا کہ فارسی کے معروف اور اردو ادب کے پہلے معلوم شاعر کے طوور پر جانے والے شاعر مسعود سعد سلمان نے کہا تھا کہ:

ہمہ از آدمیم ما، لیکن

او گرامی تر است گو دانا ست

ہم سب آدمی (سے) ہیں لیکن وہ زیادہ معتبر و معزز ہے جو دانا ہے۔

ہماری مطبوعات

نمبر شمار	مطبوعات	زبان	قیمت پاکستانی روپے	قیمت امریکی ڈالر
1	قائداعظم محمد علی جناح خطبات اور بیانات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	150/-	$-05
2	قائداعظم محمد علی جناح خطبات اور بیانات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	150/-	$-06
3	قائداعظم محمد علی جناح خطبات اور بیانات بطور گورنر جنرل 1947ء تا 1948ء (پیپر بیک)	اردو	350/-	$-17
4	قائداعظم محمد علی جناح (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (مجلد)	انگریزی	350/-	$-17
5	قائداعظم محمد علی جناح (تصویری البم) 1876ء تا 1948ء (پیپر بیک)	انگریزی	350/-	$-17
6	قائداعظم کے سنہری اقوال	انگریزی	100/-	$-04
7	اقوالِ قائد (پیپر بیک)	انگریزی	50/-	$-03
8	قائداعظم کے بانی محمد علی جناح	انگریزی	400/-	$-15
9	جناح ایران کا دورہ (از عزیز بیگ)	انگریزی	250/-	$-10
10	مادرِ ملت سرمایۂ ملت	اردو	250/-	$-10
11	مادرِ ملت تصویری البم	اردو	250/-	$-10
12	پاکستان وزیٹرز کی کشش	انگریزی	200/-	$-04
13	پاکستان کرونالوجی 1947ء تا 2006ء (چھ جلدیں)	انگریزی	450/-	$-17
14	پاکستان کرونالوجی 1947ء تا 2006ء (پیپر بیک) (چھ جلدیں)	انگریزی	400/-	$-15
15	پاکستان دستکاریاں	انگریزی	250/-	
16	پاکستان ملبوساتی ثقافت	انگریزی	50/-	$-02
17	آج کا پاکستان ایک طائرانہ نظر	انگریزی	2000/-	$-120
18	پاکستان ۔ فرام دی ہائٹس (محمد امین ۔ ڈنکن ولس ۔ گراہم ریلک)	انگریزی	1000/-	$-20
19	پاکستان آرٹس مصوری کی نظر میں (پیپر بیک ایڈیشن)	انگریزی، عربی، فرانسیسی، چینی	500/-	$-20
20	اٹلس تیسرا ایڈیشن	انگریزی	2500/-	$-125
21	پرندوں کے کتابچے	انگریزی	60/-	
22	ڈیزرٹ جیولز	انگریزی	200/-	$-12
23	ٹرک آرٹ	انگریزی	200/-	$-08
24	گندھارا آرٹ ان پاکستان (از ڈاکٹر احمد حسن دانی)	انگریزی	100/-	$-04
25	مسلم آرٹ اینڈ ہیریٹیج آف پاکستان (از ڈاکٹر احمد حسن دانی)	انگریزی	100/-	$-04
26	اسلامی معاشرتی اقدار	اردو	15/-	$-01
27	دستِ افکار (اقبال کی شاعری سے انتخاب)	اردو	100/-	$-04
28	رحمت کا فرشتہ (عبدالستار ایدھی)	انگریزی	615/-	$-50
29	ماہِ نو غالب (خصوصی ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
30	ماہِ نو اقبال (خصوصی ایڈیشن)	اردو	350/-	$-17
31	ماہِ نو قائداعظم (خصوصی ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
32	ماہِ نو فیض (خصوصی ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
33	ماہِ نو احمد فراز (خصوصی ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
34	ماہِ نو احمد ندیم قاسمی (خصوصی ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
35	ماہِ نو جالب نمبر (خصوصی ایڈیشن)	اردو	500/-	$-60
36	ماہِ نو جوش (خصوصی ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
37	ماہِ نو انتخاب دوم (خصوصی ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
38	ماہِ نو انتخاب 2018ء (خصوصی ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
39	ماہِ نو سرسید احمد خان (خصوصی ایڈیشن)	اردو	400/-	$-15
40	ماہِ نو منیر نیازی (خصوصی ایڈیشن)	اردو	400/-	$-60
41	ماہِ نو (ماہنامہ) (گزشتہ شمارے)	اردو	100/- فی شمارہ	
42	ماہِ نو (ماہنامہ) (آن لائن)	اردو		
43	پاک جمہوریت (ارض کرم) (خصوصی ایڈیشن)	اردو	10/-	
44	پاک جمہوریت (ماہنامہ) (گزشتہ شمارے)	اردو	100/- فی شمارہ	
45	پاک جمہوریت (ماہنامہ) (آن لائن)	اردو		
46	پاکستان پکٹوریل	انگریزی	200/-	$-120

رابطہ برائے خریداری

منیجر: ڈائریکٹوریٹ جنرل آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز، بی۔ ایف بلڈنگ زیرو پوائنٹ، اسلام آباد، پاکستان۔ فون: 051-9252182 فیکس: 051-9252176

DIRECTORATE OF ELECTRONIC MEDIA AND PUBLICATIONS

ڈائریکٹوریٹ آف الیکٹرانک میڈیا اینڈ پبلی کیشنز، اسلام آباد

ریجنل آفس: 291اے، ایم اے جوہر ٹاؤن لاہور۔